# ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر کون؟

﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ [آلِ عمران: ۳/ ۶۷، ۶۸]

’’ابراہیم نہ تو یہودی تھا اور نہ عیسائی بلکہ سیدھا فرماں بردار بندہ، اور شریک ٹھہرانے والوں میں سے بھی نہ تھا۔ سب لوگوں میں سے ابراہیم سے قرب رکھنے والے وہی لوگ تھے جو اس کے تابع ہوئے تھے اور یہ نبی اور جو (اس پر) ایمان لائے، خدا سب ایمانداروں کا متولی ہے۔‘‘

# اچھے اخلاق کی فضیلت ❷

ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں، چناں چہ ارشاد ہے:

《 إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدِكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ 》

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارِينَ وَالْمُتَشَدِّقِينَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُونَ ؟ قَالَ: 《 اَلْمُتَكَبِّرُونَ 》

[ترمذی: ۲۰۱۸]

''اچھے اخلاق والا انسان قیامت کے دن مجھے تم میں سب سے زیادہ محبوب اور میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ لیکن بدخلق بدزبان اور متفیہق انسان روزِ قیامت مجھ سے سب سے زیادہ دور اور میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہوگا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ثرثارون (بدخلق) اور متشدقون (بدزبان) کا مفہوم تو ہم سمجھ گئے لیکن "المتفیھقون" سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد متکبر لوگ ہیں۔''

چناں چہ جو شخص بھی روزِ قیامت آنحضرت ﷺ کا قرب چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ آپ ﷺ کے محبوب لوگوں میں شامل ہو جائے اُسے چاہیے کہ عمدہ اَخلاق اپنائے۔

اچھے اَخلاق اور عمدہ برتاؤ کی عظمت وفضیلت اس فرمانِ نبوی سے بھی ظاہر ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

《 مَا شَيْءٌ أَثْقَلَ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ فَإِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ 》

[ترمذی: ۲۰۰۲]

''قیامت کے دن مومن کے ترازو میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی عمل نہیں ہوگا اور یقیناً اللہ تعالیٰ بدگو اور بدکلام شخص کو پسند نہیں فرماتا۔''

احادیث مذکورہ سے خوش اخلاقی کی فضیلت کے ساتھ ساتھ بداخلاقی کی مذمت بھی واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اخلاقِ فاضلہ وعالیہ سے متصف فرمائے اور رذائل اخلاق سے بچنے کی توفیق بخشے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنَّا سَيِّءَ الْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ فَإِنَّهُ لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ ۔

# فہرست


| | | | |
|---|---|---|---|
| جواہر پارے | ابراہیم علیہ السلام سے قریب ترکون؟ | | 1 |
| شعر وادب | اچھے اخلاق کی فضیلت | (ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی) | 2 |
| اداریہ | خوش فہم قوم | (حافظ احمد شاکر) | 5 |
| احکام ومسائل | خواتین سے متعلقہ مخصوص مسائل (۳) | (ترجمہ: پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی) | 7 |
| تزکیہ وتربیت | مقصد حیات | (پروفیسر حافظ ثناء اللہ صاحب) | 10 |
| تحقیق وتنقید | صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع......(۱) | (حافظ زبیر علی زئی) | 18 |
| یادِ رفتگاں | حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدیؒ | (محمد اسحاق بھٹی) | 23 |
| تذکرہ وموعظت | حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدیؒ کا سانحہ ارتحال | (مولانا محمد یوسف انور) | 28 |
| تبصرۂ کتب | تبصرۂ کتب | (محمد سلیم چنیوٹی) | 30 |
| فہرست کتب | فہرست کتب | | 32 |

## اہل وعیال کی تعلیم وتربیت

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّ قُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ ﴾

[التحریم: ٦٦/ ٦]

''ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔''

## رعایا کی خیر خواہی

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ وَّالٍ یَّسْتَرْعِیْہِ اللّٰہُ رَعِیَّۃً فَلَمْ یَحُطْھَا بِنَصِیْحَۃٍ لَمْ یَجِدْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ۔

[بخاری: ٧١٥٠۔ مسلم: ٢١/ ١٤٢]

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا رکھوالا بنادیا تو اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کی حفاظت نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔''

# دعا اور نیکی کی تاثیر

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ۔

''تقدیر کو دعا ہی ٹال سکتی ہے اور عمر میں اضافہ صرف نیکی ہی کر سکتی ہے۔''

[الترمذی: ٢١٣٩۔ له شاهد۔ الصحیحة: ١٥٣]

14 تا 20 نومبر 2008ء......(1604)......15 ذوالقعدہ 1429ھ

# خوش فہم قوم

**اداریــــــہ** حافظ احمد شاکر

امریکا میں نیا صدارتی انتخاب ہوگیا جس کے نتیجے میں بارک حسین اوبامہ صدر کیا بنا کہ پاکستانی مسلمانوں کے چمن خیال میں خواہ مخواہ بہار آ گئی اور ان کے خواب...... جو صرف خواب ہی ہوتے ہیں ......از خود روشن ہونے لگ گئے۔ جناب اوبامہ نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ مسئلہ کشمیر حل ہونا چاہیے میں اس کی طرف توجہ کروں گا۔ یہ بات ابھی غیر واضح ہے کہ وہ حل کیا ہوگیا لیکن ہم ہیں کہ اس کی صرف ایک بات پر پھولے نہیں سما رہے۔

مت پوچھ ولولے دلِ نا کردہ کار کے      بھولے سے آج وہ مسکرا تو دیے تھے فیضؔ

ہمارے ہاں کے مصروفِ قلم دانش وروں کی اکثریت شروع میں تو اوبامہ کی ناکامی کی پیش گوئیاں فرماتی رہی اور جب اوبامہ کامیاب ہوگئے تو یہ اس کامیابی کو امریکا کی جمہوریت پسندی، رائے کی آزادی اور عالمی حالات کی تبدیلی کا نتیجہ بتانا اور اس کے گن گانا شروع ہوگئے۔ حالاں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ امریکا میں ایک سوچی سمجھی دور رس نتائج کی حامل حکمت عملی کے تحت حکم رانوں میں تبدیلی ہوتی اور پالیسیاں اختیار کی جاتی ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ امریکا تو دنیا بھر میں اپنے من پسندوں کو اقتدار میں لانے کی منظوری ہی تب دیتا ہے جب وہ اس کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ میاں نواز شریف اپنے پہلے دورِ اقتدار میں کیا تھے اور پھر دوسرے میں کن ''خوبیوں'' سے متصف کر دیے گئے تھے؟ آزادیٔ ہند کے لیے جیل کاٹنے اور صعوبتیں اٹھانے والے خاندان کی تیسری نسل خدا کی شان کہ ایک ہی یاترا کر کے کس طرح اور کس قدر موم کی ناک بن گئی کہ اب انھیں تحفظ بھی پردیس یعنی کوچۂ رقیب ہی میں ملا۔ پاکستانی عوام کے لیے ایک سے ایک بڑھ کر مثال موجود ہے۔ بعض ''باصلاحیت'' افراد صرف ڈیڑھ سال کے مراقبے سے سلوک کے اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں جہاں نا اہل برسوں میں نہیں پہنچ پاتے۔ اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہائٹ ہاؤس کے دروازے کسی ان ٹرینڈ کے لیے کھول دیئے جائیں۔ ہمارے ہاں جس طرح سیاست کو کھیل کا میدان سمجھا جاتا ہے جس کے لیے کسی علم، تربیت، یا راہ نمائی کی کوئی اہمیت نہیں یار لوگوں کے ہاں ایسے نہیں۔ ہمارے ہاں کی سیاست تو ذات سے شروع ہو کر ذاتی مفادات کے گرد گھومتے گھومتے ختم ہو جاتی ہے جب کہ دنیا میں ایسا کہیں بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی صدر مذہب، وطن اور ملت کے مفادات پر کبھی سمجھوتا نہیں کرتا کیوں کہ وہ اپنے ہر فعل کا پارلیمنٹ کو جواب دہ ہے۔ حتیٰ کہ یہ بات تاریخ کا حصہ بن چکی ہے کہ امریکی صدر نکسن کو ایوانِ صدر کے پردے بدلنے کے لیے بھی پارلیمنٹ سے منظوری لینی پڑی۔

خیر بات دور نکل گئی امر واقعہ یہ ہے کہ ہماری قوم خوش فہم ہے اور وہ اس لیے کہ ہمارے دین نے ہمیں خوش گمانی کا حکم بایں انداز دیا ہے، فرمایا: ''بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''۔ لیکن ہم خوش گمانی سے نکل کر خوش امیدی کے ہالے میں بہت مدہوش ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرحوم بھٹو سے لے کر ضیاء الحق، نواز شریف، بے نظیر حتیٰ کہ مشرف تک سے ہم اس طرح خوش امید ہو گئے تھے کہ وطن عزیز میں دودھ اور شہد کی نہریں اب رواں دواں ہو جائیں گی، اسی طرح بش کے مقابلے میں جب ایک یہودی امیدوار ہار گیا تو تب بھی ہماری خوش اُمیدی انتہا درجے کی تھی۔ مشرف سے خوش امیدی نے ہمارے بخیے کس طرح ادھیڑے اور بش سے حسن توقع نے مسلم امہ کے پرزے کس طرح اڑائے؟ یہ ماضی اور حال کی اندوہناک حقیقت ہے کہ ان دونوں کے کچوکوں سے رواں ہونے والا خون مسلم نہ جانے کتنے برسوں یا عشروں تک بہتا اور رستا رہے گا۔

اب ہم اپنے گلشن امید پر جناب اوبامہ سے اوس بہاری کی امید لگائے بیٹھے ہیں اور توقع کیے بیٹھے ہیں کہ ملت کے چمن میں چپکے سے بہار آ جائے گی اور امت مسلمہ کے صحرا میں ہولے ہولے سے بادِنسیم چلے گی اور بیمار امت کو قرار آ جائے گا۔

آپ اوبامہ کے مشیروں پر ذرا غور کریں، ایک کٹر یہودی ہے اور دوسرا متعصب ہندو۔عربی کا ایک شعر ہے:

**لا تسئل عن المرء وسل عن قرينه فان القرين بالمقارن يقتدى**

اس کا مکمل ترجمہ اردو کا یہ محاورہ ہے جو عام وخاص کی زبان پر ہے کہ ''آدمی اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔''

بھارتی حکومت کی بیدار مغزی اور پھرتی دیکھئے کہ اس نے مسئلہ کشمیر میں اوبامہ کی دلچسپی کی خبر آتے ہی اولاً اوبامہ یا امریکا کی ثالثی سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا اور ساتھ ہی فوراً اپنا ایک وفد اوبامہ سے ملاقات کے لیے روانہ بھی کر دیا، جو اوبامہ کے مشیروں کو مسئلہ کشمیر پر بریف کرے گا اور ہم یعنی ہمارے حکمران آداب بجالانے کی خواہش بے تاب لیے دست بستہ بنفس نفیس کشکول اٹھائے خود حاضر ہونے کے لیے پابہ رکاب ہو رہے ہیں۔

.......................................................................................................

من حیث القوم نہ جانے ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ امریکا ایک ملک ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ملک ...... ہماری طرح نہیں ...... ہمیشہ اپنی قومی پالیسیوں پر چلتے ہیں، جن کی حکمت عملی ان کے دانشور ......تھنک ٹینک ...... تحقیق وتفحص سے طے کرتے ہیں۔اب کیا سمجھنا چاہیے کہ جناب اوبامہ اپنے ذاتی رجحان ومیلان ......اگر کوئی ہو تو اُس ...... کے مطابق کار حکومت چلا سکیں گے؟ وہ امریکی حکومتی پالیسیوں کی پابندی کے علاوہ مزید محتاط رہ کر اپنی حکومت کی مدت پوری کرنا چاہیں گے۔مثلاً

⊙...... وہ چوں کہ پہلے افریقی ......کالے...... ہیں جو صدیوں کا ظلم سہہ کر اور جبر برداشت کر کے مسند اقتدار تک پہنچے ہیں وہ اپنے ہم رنگ اور ہم نسل افراد کے جذبات، ضروریات اور تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے گورے امریکیوں کو مطمئن رکھنے کی بھرپور کوشش کریں گے تاکہ وہ نسلی اعتبار سے ہدف تنقید نہ بن سکیں۔

⊙......ان کے مکمل نام میں ایک مسلمان نام داخل ہے اس لیے یہ ان کے اقتدار کی ایک لازمی سیاسی ضرورت ہوگی کہ وہ خود اپنے آپ کو نسلی عیسائیوں سے زیادہ عیسائی ثابت کریں اور صلیب کی پالیسیوں کو کامیاب بنائیں۔

⊙...... دنیا میں جاری امریکی پالیسیوں کا تسلسل جاری رکھنا ہی شاید ان کی بنیادی ضرورت ہوگی کیوں کہ پالیسیاں اتنی تیزی کے ساتھ تغیر پذیر نہیں ہوتیں جتنے ہمارے جذبات، کہ پالیسی کا اظہار اس وقت ہی بہتر سمجھا جاتا ہے جب پالیسی ساز چاہیں۔

اس لیے ہمارے دانش وروں اور سیاست دانوں کو امریکی صدر اور امریکی حکومت پہ تبصرہ کرنے میں وقت ضائع کرنے کی بجائے عالمی سطح پر وطن عزیز کے استحکام اور فلاح کے لیے سوچ بچار کر کے اور اس پر محنت کر کے دنیا کو ہم نوا بنانے یعنی لابنگ کرنے پر توجہ صرف کرنی چاہیے۔

.......................................................................................................

معلوم یہ ہوتا ہے کہ حکومت پاکستان امریکا کے سامنے بالکل بے بس ہے یا وہ ماضی وحال کے درپردہ معاہدوں کی پاسداری کے کھونٹے سے بندھی ہوئی ہے۔اگر سابقہ حکومت کے معاہدوں کے باعث وہ مجبور ہے تو حکومت کو چاہیے کہ وہ جملہ معاہدے ......جیسا کہ بعض سیاست دان اور اصحابِ دل تقاضا کر رہے ہیں ...... پارلیمنٹ میں لائے اور پارلیمنٹ کے کاندھے پر ملکی مفادات کے تحفظ کا اعلان کر دے۔

تیل کی قیمت دنیا میں ایک تہائی رہ گئی ہے جب کہ ہماری حکومت نے ابھی اونٹ سے چھلنی اتاری ہے۔گزارش ہے کہ حکومت تیل کی قیمت مزید کم کرے نیز سفری اخراجات میں مہنگائی کے عنوان سے جو ہوش ربا اضافے ہوئے تھے ان کو واپس کر کے کرایہ جات کی تشہیر کی جائے تاکہ مظلوم عوام سکھ کا کوئی سانس لے سکیں۔

(قسط نمبر ۴)

# خواتین سے متعلقہ مخصوص مسائل

از فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

اردو قالب: ابوحمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

## فصل: ۵

### استحاضہ اور اس سے متعلقہ احکام ومسائل:

مستحاضہ (استحاضہ☆ کی مریضہ) کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

① ......ایک یہ کہ استحاضہ کے عارضے سے قبل اسے حیض آتا ہو اور اس کے حیض کی مدت معلوم ہو۔ ایسی عورت اپنے گزشتہ معمول اور عادت کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی سابقہ مدت کے برابر مدت کو حیض کے ایام شمار کرے گی اور اس پر حیض کے احکام نافذ ہوں گے۔ ان ایام کے علاوہ باقی ایام کو استحاضہ تصور کرتے ہوئے اس پر مستحاضہ کے احکام نافذ ہوں گے۔

**مثال:** مثلاً کسی خاتون کو ہر ماہ کے شروع میں چھ دن حیض آتا تھا۔ بعد میں اسے استحاضہ کا عارضہ لاحق ہوگیا اور اسے خون مسلسل آنے لگا۔ تو ایسی صورت میں ہر ماہ کے ابتدائی چھ دن اس کے ایامِ حیض شمار ہوں گے جب کہ باقی ایام اس کے استحاضہ کے متصور ہوں گے۔ جیسا کہ صحیح البخاری، کتاب الحیض [۳۰٦] میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے استحاضہ آتا رہتا ہے۔ میں خون سے پاک ہی نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نمازیں چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں، یہ تو ایک رگ کا خون ہے۔ تمہیں اس سے قبل جتنے دن حیض آتا تھا اتنے دن تک نمازیں چھوڑنے کے بعد غسل کر کے نماز شروع کر دیا کرو۔''

صحیح مسلم، کتاب الحیض [۳۳۴] میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''تمھیں قبل ازیں جتنے دن حیض آتا تھا، تم اتنے دن حیض تصور کر کے غسل کرلو اور نماز کا سلسلہ شروع کر دو۔''

لہٰذا جس مستحاضہ کو اس عارضے کے لاحق ہونے سے قبل اپنے حیض کی مدت معلوم ہو وہ اتنے دن حیض شمار کرنے کے بعد غسل کر کے نماز کا سلسلہ شروع کر دے اور خون کی پروا نہ کرے۔

② ......دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ خاتون کو استحاضہ سے قبل اپنے حیض کی مدت کا علم ہی نہ ہو۔ وہ یوں کہ اسے پہلی ہی مرتبہ خون کی آمد ہوئی ہو اور اسی مرحلہ میں حیض اور ساتھ ہی استحاضہ شروع ہوجائیں۔ ایسی خاتون حیض اور استحاضہ کے خون میں تمیز کرنے کی کوشش کرے۔ حیض کا خون سیاہی مائل، گاڑھا اور بودار ہوتا ہے۔ جب تک خون اس قسم کا ہو تب تک حیض اور اس کے بعد استحاضہ شمار ہوگا اور دونوں کے احکام الگ الگ ہوں گے۔

**مثال:** کسی عورت کو پہلی مرتبہ خون جاری ہوا۔ پہلے دس دن تک خون سیاہی مائل اور بعد ازاں سرخی مائل ہو۔ یا پہلے دس دن تک خون گاڑھا اور باقی دنوں میں پتلا ہو یا پہلے دس دن تک خون بودار اور بعد ازاں بو کے بغیر ہو تو پہلی صورت میں جب تک خون سیاہی مائل ہو، دوسری صورت میں جب تک خون گاڑھا ہو اور تیسری صورت میں جب تک خون بودار ہو تو وہ حیض کا خون شمار ہوگا اور باقی ایام استحاضہ

☆......''استحاضہ'' سے مراد وہ خون ہے جو مقررہ عادت سے ہٹ کر عورت کے رحم سے کسی بیماری کی وجہ سے جاری رہتا ہو۔ [ادارہ]

کے شمار ہوں گے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ ''حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے اس کی پہچان ہو جاتی ہے۔ جب خون ایسا ہو تو تم نماز ادا کرنے سے باز رہو اور جب دوسری قسم کا خون ہو تو (ہر نماز کے وقت) وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرو، وہ ایک رگ کا خون ہوتا ہے۔'' [سنن ابی داؤد، الطهارة: ٧٢٦، سنن النسائی، الطهارة: ٢١٦، الحیض: ٣٦٣، الحاکم: ١/١٧٤]

اس حدیث کا متن اور سند اگرچہ محل نظر ہے تاہم اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ عورتوں کی عمومی عادت کا لحاظ رکھنے کی نسبت یہ زیادہ بہتر صورت ہے۔

③...... تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ عورت کو استحاضہ سے قبل اپنے حیض کی مدت معلوم ہی نہ ہو اور نہ حیض اور استحاضہ کے خون میں امتیاز ہی کیا جا سکتا ہو۔ بایں صورت کہ اسے پہلی ہی مرتبہ خون کی آمد ہوئی ہو اور اسے ایک ہی طرح کا خون آتا ہو یا کبھی کسی قسم کا اور کبھی کسی قسم کا خون آتا ہو اور اسے حیض کا خون نہ کہا جا سکتا ہو تو ایسی خاتون عام عورتوں کے معمول اور عادت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر ماہ خون جاری ہونے کے ابتدائی چھ سات دنوں کو حیض اور باقی دنوں کو استحاضہ پر محمول کر لے۔

**مثال:** مثلاً کسی خاتون کو اس کی زندگی میں پہلی دفعہ مہینے کی پانچ تاریخ کو خون جاری ہوا اور مسلسل آتا رہا، اور خون میں رنگ وغیرہ کا کوئی ایسا واضح فرق بھی نہ ہو جس سے حیض اور استحاضہ میں تمیز ممکن ہو تو ایسی صورت میں اس کے ہر ماہ کی پانچ تاریخ سے پہلے چھ یا سات دن حیض کے شمار ہوں گے۔ جیسا کہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بہت زیادہ استحاضہ آتا ہے جو مجھے صوم وصلوٰۃ سے روک دیتا ہے۔ اس بارے میں آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں روئی استعمال کرنے کو کہوں گا۔ تم روئی لے کر شرم گاہ پر رکھ لیا کرو۔ یہ خون کو چوس لے گی۔''

اس نے کہا کہ وہ تو اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر یہ شیطانی حرکت (یعنی بیماری) ہے۔ تم چھ سات دن حیض شمار کر لیا کرو، بعد ازاں غسل کر لیا کرو۔ حتی کہ جب تمھیں اپنی طہارت وصفائی کا کامل یقین ہو جائے تو تئیس چوبیس دن نماز پڑھ لیا کرو اور روزے بھی رکھ لیا کرو۔'' [احمد، ابوداؤد، ترمذی۔ امام احمد نے اس کو ''صحیح'' اور امام بخاری نے اسے ''حسن'' درجہ کی حدیث قرار دیا ہے۔]

اس حدیث میں چھ سات دنوں کے ذکر کا مفہوم یہ نہیں کہ وہ چاہے تو چھ دنوں کو حیض شمار کرے یا چاہے تو سات دنوں کو۔ بلکہ اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ اجتہاد کرے اور اپنی ہم عمر، رشتہ دار اور اپنے جیسی صحت وجسامت رکھنے والی خواتین کے معمول کو دیکھے۔ اور خون میں امتیاز کرنے کی کوشش کرے کہ یہ حیض کا ہوگا یا استحاضہ کا؟ اگر اس کا رجحان چھ دنوں کا ہو تو وہ چھ دنوں کو اور اگر اس کا رجحان سات دنوں کا ہو تو وہ سات دنوں کو ایامِ حیض شمار کرے۔ واللہ اعلم

## مستحاضہ کے مشابہ عورت کے احوال:

بسا اوقات عورتوں کو کوئی ایسا سبب پیش آجاتا ہے جس کی وجہ سے اُسے خون آنے لگتا ہے یہ سبب رحم یا اس کے قریب اپریشن وغیرہ ہو سکتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

①...... کسی نے آپریشن کے ذریعے رحم کو مکمل طور پر نکال دیا ہو یا اسے اس طرح سے بند کر دیا ہو کہ اس کے بعد اسے نہ تو حیض آئے اور نہ خون جاری ہو۔ ایسی عورت کو خون آنا شروع ہو جائے تو اس پر مستحاضہ کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ اس کا حکم اس عورت کا سا ہے جسے زرد، یا مٹیالا سا پانی (کچا خون) آتا ہے یا طہارت کے بعد اسے رطوبت محسوس ہو۔ ایسی عورت نماز روزہ نہیں چھوڑ سکتی۔ نیز اس سے اس دوران مجامعت ممنوع نہیں، اور نہ ایسا خون آنے پر غسل واجب ہوتا ہے۔

تاہم اس پر واجب ہے کہ وہ نماز کے وقت استنجا کر لے اور شرم گاہ پر کوئی کپڑا وغیرہ رکھ لے تا کہ خون جذب ہوتا رہے، پھر نماز کے لیے وضو کرے۔ اگر پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز ادا کرنی ہو تو نماز

کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے۔ اور اگر عام نوافل ادا کرنا چاہتی ہو تو نماز شروع کرنے سے پہلے وضو کرے۔

②...... ایسی صورت ہو کہ آپریشن کے بعد حیض آنا مکمل طور پر بند نہ ہو بلکہ حیض کا آنا ممکن ہو تو ایسی عورت پر مستحاضہ کے احکام نافذ ہوں گے جیسا کہ فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ حیض نہیں بلکہ ایک رگ کا خون ہے۔ جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دیا کرو۔ [صحیح البخاری، الحیض: ٣٠٦]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استحاضہ کے احکام اس عورت کے لیے ہوتے ہیں جسے حیض آنا ممکن ہے اور جسے حیض آنا ممکن نہ ہوا سے جاری ہونے والا خون بہرحال رگ ہی کا خون ہے۔

## استحاضہ کے احکام ومسائل:

گزشتہ تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ خون کب حیض کا ہوتا ہے اور کب استحاضہ کا۔ جب حیض کا خون ہو تو حیض کے احکام اور جب استحاضہ کا ہو تو استحاضہ کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ حیض کے احکام ومسائل قبل ازیں بیان ہو چکے ہیں۔ استحاضہ کے احکام، طہر والے ہی ہوتے ہیں۔ البتہ مندرجہ ذیل صرف تین احکام مختلف ہیں:

①...... مستحاضہ کو ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ ''تم ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کرو۔''

[صحیح البخاری، الوضو، غسل الدم: ٢٢٨]

اس کا معنی یہ ہے کہ ایسی عورت پنجگانہ فرض نمازوں میں سے کوئی نماز ادا کرنے کے لیے اس کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے۔ اور اگر کوئی نفل نماز ادا کرنا چاہے تو جب نماز ادا کرنے کا ارادہ ہو تو اس وقت وضو کرے۔

②...... اسی طرح مستحاضہ جب وضو کرنے کا ارادہ کرے تو خون کے اثر کو دھو کر شرم گاہ پر روئی رکھ کر اوپر کپڑا باندھ لے تا کہ خون رک جائے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

''میں تمہارے لیے بیان کرتا ہوں کہ تم روئی رکھ لیا کرو یہ خون کو روک لے گی۔'' اس نے عرض کیا کہ خون اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کوئی کپڑا رکھ لیا کرو۔'' اس نے عرض کیا کہ خون اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو تم اس پر لگام کی طرح کس کر کپڑا باندھ لیا کرو۔'' [ابوداؤد، الطهارة: ٢٨٧۔ الترمذی، الطهارة: ١٢٨۔ احمد: ٦/ ٣٨٢]

اس کے باوجود اگر خون جاری رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ''تم ایامِ حیض میں نماز ادا کرنے سے رکی رہو بعد ازاں غسل کر لیا کرو اور ہر نماز کے لیے وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرو۔ خواہ خون چٹائی پر ہی گرتا رہے۔''

[احمد: ٦/٤٢۔ سنن ابن ماجه، الطهارة: ٦٢٤]

③...... مستحاضہ سے مجامعت کے بارے میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں۔ تاہم صحیح موقف یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ کیوں کہ عہد رسالت میں دس یا اس سے بھی زائد خواتین استحاضہ کے عارضے میں مبتلا ہوئیں۔ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہروں کو ان کے ساتھ مجامعت سے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ارشادِ الٰہی ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ [البقرة:٢٢٢]

''تم ایامِ حیض میں اپنی ازواج سے الگ (دور) رہو۔'' میں یہ دلیل ہے کہ حیض کے علاوہ باقی کسی بھی حالت میں ان سے دور رہنا ضروری نہیں۔

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ جب استحاضہ کے دوران نماز ادا کرنا جائز ہے تو مجامعت کا معاملہ تو اس سے بھی کم تر ہے۔ اس بارے میں استحاضہ کو حیض پر قیاس کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ جو حضرات حیض کی طرح استحاضہ کے دوران بھی مجامعت کی حرمت کے قائل ہیں وہ بھی ان دونوں کو ہر لحاظ سے برابر نہیں سمجھتے تو استحاضہ کے دوران مجامعت کو حیض کے دوران مجامعت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔



# مقصد حیات

مقرر: پروفیسر حافظ ثناء اللہ صاحب

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ کے دوران دارالفلاح پاکستان کے زیر اہتمام ''تعلیم وتربیت کورس'' منعقد ہوا جس میں ملک بھر کے انتہائی بزرگ علماء ومشائخ نے خطابات فرمائے، پروفیسر صاحب محترم کا یہ خطاب بھی اُن میں ایک ہے۔ اسے کیسٹ سے عزیزم محمد ارشد کمال نے نقل کیا ہے۔ کسی قدر حک وترمیم کے ساتھ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ [ع۔و]

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ٥ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [الذٰریت: ۵۶ تا ۵۸]

یہ بات ہم سب کے لیے انتہائی غور طلب اور توجہ طلب ہے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں یہاں کیوں بھیجا ہے؟ ہمارے یہاں بھیجے جانے کا مدعا کیا ہے؟ چناں چہ قرآن مجید میں وہ مدعا اور مقصد بڑے ہی واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے، اور یاد رکھیں کہ قرآن مجید کی ہر بات ہے ہی بڑی واضح مگر اس کے لیے جو شرط رکھی گئی ہے وہ ہم پوری نہیں کرتے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر: ۱۷]

''ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے بڑا ہی آسان بنا کے بھیجا ہے یعنی اس میں کوئی الجھاؤ نہیں کوئی ابہام نہیں کوئی پیچیدگی **(Complication)** نہیں ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ کوئی ہے جو سمجھنا چاہتا ہو؟''

جب ہم خلوص کے ساتھ اللہ کی کتاب کو سمجھنے کے لیے آجائیں گے تو یہ سمجھ میں آنا شروع ہو جائے گی اور یہ بات بھی خوب ذہن نشین کرلیں کہ دین کی سمجھ آنا یہ اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

《 من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين 》 [بخاری کتاب العلم باب من يرد الله به خيرا يفقه في الدين، رقم: ۷۱]

''اللہ رب العزت جب کسی شخص پر اپنی رحمت کرنا چاہتا ہے جسے کوئی انعام دینا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔'' اسے دین سمجھ میں آنا شروع ہو جاتا ہے۔

کئی ایسے بدبخت لوگ اس دنیا میں ہو گزرے ہیں جو انبیاء سے آ کر کہتے تھے کہ کوئی ایسی بات کرو جسے عقل تسلیم کرتی ہو جسے ذہن قبول کرتا ہو، یہ تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ مثلاً مرنے کے بعد جی اٹھنے پر انہیں بڑا ہی تعجب ہوتا تھا، وہ کہتے تھے:

﴿ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴾

''جب ہم مرجائیں گے مٹی ہو جائیں گے پھر اٹھائے جائیں گے؟'' [الواقعة: ۴۷]

یہ کیسی باتیں کرتے ہو! کوئی ایسی بات کرو جو سمجھ میں آئے جسے عقل تسلیم کرے۔ تو یہ ان کی بدبختی کی دلیل ہے کہ انہیں انبیاء کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ انبیاء تو اللہ کے نمائندے تھے اللہ کے بھیجے ہوئے تھے اللہ کا پیغام لے کر آئے تھے، اگر ان کی بات سمجھ میں نہیں آتی، کسی کی عقل ان کی بات تسلیم نہیں کرتی تو پھر اس عقل پر ماتم کرنا پڑے گا، کیوں کہ ان کی بات تو حق ہے سچ ہے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے سامنے تو اور زیادہ ڈھٹائی سے یہ بات کہی گئی، قبرستان

سے گلی سڑی ہڈیاں اٹھالاتے انھیں اپنی انگلیوں سے یوں برادہ بنا کر گرا رہے ہوتے اور ساتھ یہ کہتے:

﴿ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴾ [یٰسین: ۷۸]

''اے محمد (ﷺ) ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا یہ تو بالکل بوسیدہ ہوگئی ہیں، یہ تو بالکل گل سڑ چکی ہیں انھیں کون زندہ کرے گا؟'' تم کیا کہتے ہو۔

تو میرے اللہ نے اس کا جواب دیا:

﴿ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ [یٰسین: ۷۹]

''(اے میرے حبیب محمد ﷺ) ان منکرین قیامت کو فرما دیجیے کہ ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں اس وقت بنالیا تھا جب کہ ان کا کوئی نمونہ ہی نہیں تھا پہلے کوئی ہڈی موجود تو نہیں تھی، کوئی نمونہ اور سیمپل تو نہیں تھا جسے دیکھ کر اللہ نے بنالیا ہو۔ اس نے بغیر نمونے کے انھیں بنایا ہے تو اب وہ کیا انہیں دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا؟ ان میں پھر سے حس وحرکت نہیں پیدا کرسکتا؟''

تو یہ بدنصیبی کی علامت ہے کہ دین سمجھ میں نہ آئے، دین کی بات کو کسی کی عقل تسلیم نہ کرتی ہو۔ اور اس شخص پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں جسے دین سمجھ میں آنا شروع ہو جاتا ہے۔

چناں چہ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ مقصد کیا ہے جس کے لیے ہمیں بھیجا گیا ہے؟ مخلوق تو بہت ساری موجود ہے، ہمارے پیدا ہونے سے پہلے بھی بہت سی مخلوق موجود تھی اور کچھ ہمارے بعد بھی اللہ نے پیدا فرمائی یہ اس کی حکمت ہے وہ جب چاہتا ہے جس چیز کو چاہتا ہے بنالیتا ہے۔ کسی بنائی ہوئی چیز کو مٹانا چاہے تو مٹا دیتا ہے۔ اس کی مخلوق اس قدر زیادہ ہے اس نے خود فرمایا ہے:

﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ﴾ [المدثر: ۳۱]

''تمہارے پروردگار کے جو لشکر ہیں اس کی جو افواج ہیں ان کو وہ خود ہی جانتا ہے۔''

مخلوق اللہ کے لشکر ہیں اللہ کی افواج ہیں اور ایسی مثالیں موجود ہیں کہ اس نے جب چاہا اپنے ان لشکروں سے بڑے بڑے کام کروا ڈالے۔ کیا ہمیں یہ واقعہ معلوم نہیں کہ اللہ نے ایک سر پھرے کے خلاف جو اس کے ایک نبی کے خلاف بغاوت کر کے آ گیا تھا، اپنا وہ لشکر بھیجا جسے بالکل حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے، مچھر کو بھیج دیا، وہ نمرود کی ساری فوج کو کھا گیا اس کی سواریوں کو چٹ کر گیا، اور ایک لنگڑا مچھر نمرود کی ناک کے راستے اس کے دماغ میں گھس گیا اور جا کر اندر اپنا تانا بانا شروع کر دیا۔ وہ اس سے سخت پریشان ہوا ایک پل بھی چین نہیں آتا تھا حتی کہ اس کے سر میں مالش کی جاتی تھی۔ تب مچھر کو حکم ہوتا کہ اب ذرا تم ریسٹ کر لو جتنی دیر تک وہ ہاتھ چلتا رہتا تھا مچھر بیٹھا رہتا تھا۔ جوں ہی وہ ہاتھ رکتا مچھر پھر اپنا کام اللہ کے حکم سے شروع کر دیتا۔ پہلے وہ ہاتھ سے رکتا تھا پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کے سر میں جوتے مارے جاتے تب مچھر رکتا تھا۔ جس کا دعویٰ تھا کہ میں رب ہوں اب اس کی مخلوق بقول اس کے رب ہونے کے جو دعویٰ رکھتا تھا اس کی قوم اس کے سر میں جوتے مارتی ہے تو اسے چند منٹ آرام ملتا ہے، ریسٹ ملتی ہے۔ اللہ نے مچھر سے یہ کام لیا۔

[البدایہ والنہایۃ: ۱/ ۱۴۰،۱۴۱]

ہمارے نبی مکرم ﷺ کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل اللہ نے ایک اور مخلوق سے کام لیا اور اپنا ایک لشکر بھیج دیا جس کا نام ابابیل ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴾ [الفیل: ۱]

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے ربّ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔''

اللہ کی مخلوق بہت ساری ہے ہمیں بطور خاص بھیجا گیا ہے۔ کیوں؟ اس کا ایک مقصد اور مدعا ہے، اس لیے ایک سوالیہ انداز میں ہم سے یہ بات پوچھی گئی ہے:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا ﴾ [المومنون: ۱۱۵]

''کیا تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم نے تمھیں یوں ہی پیدا کر دیا تمھیں بے مقصد ہی بنا دیا۔''

فرشتوں کے سامنے باقاعدہ اعلان کیا گیا کہ میں اب ایک نئی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں:

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾

یہ ہمارا ہی تو ذکر ہے اور اللہ نے سچ فرمایا ہے سورت انبیاء میں کہ

﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾

''ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل کی جس میں تمہاری ہی باتیں ہیں تمہارا ہی ذکر ہے۔'' [الانبیاء: ١٠]

قرآن ہمارے ہی ذکر سے بھرا پڑا ہے کہیں ہماری تخلیق کا مرحلہ بیان ہوا ہے۔ کہیں ہمارے یہاں بھیجے جانے کا مقصد بیان ہوا ہے کہیں اللہ ہمیں کچھ کام کرنے کا حکم دے رہا ہے، کہیں کچھ کاموں سے منع فرمارہا ہے، کہیں ان اوامر ونواہی کا فلسفہ بیان ہورہا ہے۔ کہیں نماز کا فلسفہ، کہیں حج اور زکوٰۃ کا، کہیں قصاص اور جہاد وقتال کا فلسفہ بیان کیا جارہا ہے۔ مناسب ہے کہ نماز کے فلسفے کے متعلق تھوڑی سی وضاحت ہوجائے۔

## نماز کا فلسفہ:

اللہ جل شانہ نے نماز کا سب سے بڑا فلسفہ جو قرآنِ مجید میں بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے:

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ﴾

[العنكبوت: ٤٥]

''نماز نمازی کو بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے۔''

اگر ایک بندہ نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتا ہو لیکن وہ کام بھی نہ چھوڑتا ہو جو اللہ کو ناپسند ہیں تو پھر اس نے عبادت تو نہ کی، اپنے رب کو راضی تو نہیں کیا۔

## عبادت کیا ہے؟

اب میں آپ کے سامنے ایک دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔ ایک بندہ کاروبار کرتا ہے، تجارت کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے کاروبار میں، تجارت میں وہ اصول پیش نظر رکھتا ہے جو اسلام نے بتائے ہیں۔ سب سے پہلے یہ کہ اپنی چیز میں اگر کوئی خوبی ہے تو صحیح خوبی بتائے اور اگر کوئی عیب ہے تو عیب بیان کرے، اس میں جھوٹ نہ بولے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ ''مومن سے چوری ہوسکتی ہے، بدکاری ہوسکتی ہے لیکن مومن جھوٹ نہیں بول سکتا۔'' [الموطا امام مالك، كتاب الكلام والعينة والتقى، باب ما جاء فى الصدق والكذب، رقم: ١٨٦٢، طبع بيروت]

کیا ہم نے جھوٹ کو کبھی ایسا گناہ سمجھا؟ آج تو جھوٹ اتنا عام ہو چکا ہے اور ہم نے اس قدر جھوٹ بولنا شروع کر رکھا ہے کہ اب کاروباری دوست احباب یہ کہتے ہیں کہ جب تک جھوٹ نہ بولا جائے گا ہک کو یقین ہی نہیں آتا۔ یعنی اب گاہک کو یقین آتا ہے تو جھوٹ پر آتا ہے سچ پر نہیں۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہے۔

تو یاد رکھیے کہ ایک تاجر اگر اپنی چیز کی خوبیاں اور نقائص اگر ہو بہو بیان کر دیتا ہے جو اس میں موجود ہیں جھوٹ نہیں بولتا، دھوکا نہیں دیتا، ذخیرہ اندوزی کر کے زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی کوشش نہیں کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ اگر میں ان کاموں سے بچوں گا تو میرا اللہ راضی ہوگا تو اس کا وہ کاروبار بھی عبادت ہے، وہ اس شکل میں عبادت کر رہا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نماز چھوڑ دے، روزہ نہ رکھے کیوں کہ وہ تو عبادت کر ہی رہا ہے، نہیں۔ یہی چیزیں تو اس کو صحیح کام کرنے کی تربیت دے رہی ہیں۔

اسی طرح سے ایک خاتون خانہ ہے، اس کا خاوند رزق کمانے کے لیے چلا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اگر اس میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک اچھی نیک اور صالحہ بیوی میں ہونی چاہئیں تو وہ اس ساری روئے زمین کے ساز وسامان میں سے بہترین سامان ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

(( اَلدُّنْیَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ ))

[مسلم، كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المراة الصالحة، رقم: ٣٦٤٩۔ نسائى، كتاب النكاح، باب

المرأة الصالحة، رقم: ٣٢٣٢]

## صالحہ بیوی کون ہے؟

اس کی تین بڑی بڑی نشانیاں ہیں، فرمایا:

① ...... خاوند جب تھکا ماندہ محنت مشقت کر کے گھر واپس لوٹے، ‹‹اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ›› آتے ہی دیکھتا ہے اس نے ایسے قرینے سلیقے طریقے سے گھر کو سجا اور سنوار رکھا ہے اور اس کے انتظار میں بیٹھی ہے، بس اسے دیکھتے ہی سارے دن کی تھکان اتر گئی، ایک خوشی کا ماحول اسے نظر آیا:

② ...... ‹‹وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ›› دوسری یہ کہ بیوی کو کوئی کام کہتا ہے تو وہ پہلا کام وہیں چھوڑ کر بھاگتی دوڑتی خاوند کا کہنا مانتی ہے۔ ایک حدیث میں مثال دے کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی خاتون روٹی پکا رہی ہو خاوند نے کوئی اور کام بتا دیا تو وہ روٹی کے ضائع ہونے، خراب ہونے، تنور کے ٹھنڈا ہونے کی پروا نہیں کرتی۔ اسے وہیں رکھ دیتی ہے پہلے خاوند کا کام کرتی ہے۔ ☆

③ ......‹‹وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ›› جب خاوند گھر سے چلا گیا تو اس کے گھر کی، اس کی اولاد کی، اس کے مال کی اور اپنی عزت و آبرو کی محافظ بن کر بیٹھی ہوئی ہے۔[ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی حقوق المال، رقم: ١٦٦٤]

ایک خاتون خانہ اگر اپنے اندر یہ خوبیاں رکھتی ہے تو واللہ باللہ تاللہ وہ اللہ کی عبادت کر رہی ہے کیوں کہ اس کا رب اس سے راضی ہو رہا ہے۔

## اچھا استاد:

اسی طرح ایک استاد دیانت داری کے ساتھ پورا وقت اپنے طلباء کو دیتا ہے اور انہیں اچھی اچھی باتیں بتاتا ہے کورس بھی پڑھاتا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف باتوں پر ہی ٹرخا دیتا ہے کورس بھی پڑھاتا لیکن ایک مسلمان استاد کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ کورس پڑھانے کے ساتھ ساتھ بچوں کی دینی اور اسلامی تربیت بھی کرتا چلا جائے۔ ہر بات میں ایک پہلو موجود ہوتا ہے اگر توجہ دی جائے تو اس سے تربیت بھی ساتھ ساتھ ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ جاتا تو پڑھانے ہے پڑھانے کی تنخواہ لیتا ہے۔ لیکن اگر وہ اللہ کا تصور ذہن میں رکھتے ہوئے کہ میں دیانت داری سے اپنا کام کروں گا اور بچوں کی اسلامی تربیت بھی کروں گا تو وہ عبادت کر رہا ہے۔ ہم نے عبادت کو بالکل محدود معنوں میں لے لیا ہے، زندگی میں بے شمار مثالیں ایسی ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کر لینا اور باقی سارے کام چھوڑ دینا یا ان کی طرف توجہ نہ دینا یہ عبادت کے مفہوم کے قطعاً خلاف ہے۔

اس کے برعکس سارے کاموں میں دیانت داری کا مظاہرہ کرنا اچھا سلوک کرنا لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا مگر نماز نہ پڑھنا، روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا توفیق ہو تو حج نہ کرنا اور یہ سمجھنا کہ میں تو بڑی دیانت داری سے اپنا کام کرتا ہوں یہ بھی عبادت کے مفہوم سے ناآشنائی ہے۔ اس کی مثال یوں لیجیے کہ ایک فوجی کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی حفاظت میں جان بھی دینا پڑے تو دے دے لیکن پوری تربیت لینے کے بعد جب ملک پر ایسا وقت آ جائے کہ دشمن کا مقابلہ کرنا پڑے مگر وہ فوجی بھاگ کر کہیں چھپ جائے دفاع کرنا مقصود ہو تو وہ کہیں بھاگ چھپ کر اپنی جان بچالے تو کیا وہ سزا سے بچ سکے گا یا اسے کوئی شخص دیانت دار کہنے کے لیے تیار ہو گا؟ اس کے برعکس کوئی شخص ملک کے دفاع کا بڑا جذبہ رکھتا ہو لیکن وہ کہے کہ یہ اتنی سخت پریڈ میں نہیں کر سکتا یہ ہتھیار استعمال کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ جب کوئی ایسا موقع آئے گا تو میں جان بھی دے دوں گا۔ کیا وہ بھی دیانت دار کہلا سکے گا؟

بالکل یہی بات کہ ایک آدمی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کر کے کہتا ہے کہ میں عبادت کر رہا ہوں وہ بھی دھوکے میں ہے۔ اگر اس عبادت سے اس کی تربیت ہی نہیں ہوئی، ان عبادات نے اسے سچ مچ اللہ کا بندہ ہی نہیں بنایا تو کیا فائدہ ان عبادات کا، اور اگر کوئی بندہ سچ بولتا ہے، سارے کام اچھے کرتا ہے لیکن کہتا ہے کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا یہ تو

☆......ابن حبان، کتاب النکاح، باب معاشرة الزوجين رقم: ٤١٥٣، ترمذی کتاب النکاح باب ما جاء فی حق الزوج علی المراة رقم: ١١٦٠

بڑی سخت پابندی ہے، ہر روز پانچ دفعہ وقت پر مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھنا یہ میرے بس کی بات نہیں روزے؟ یہ دن بھر بھوکا پیاسا میں نہیں رہ سکتا ویسے میں پکا مسلمان ہوں، اللہ کا بندہ ہوں میں اس کی عبادت کرتا ہوں، سچ بولتا ہوں، جھوٹ سے بچتا ہوں، دھوکا نہیں دیتا، یہ نہیں کرتا، وہ نہیں کرتا۔ یہ دونوں ہی غلط فہمی کا شکار ہیں عبادت کو اس تناظر میں لینا کہ یہ چار کام کر لیے جائیں تو بس عبادت ہوگئی یہ بالکل غلط ہے۔

## آمدم برسر مطلب:

ہماری زندگی کا مقصد یہاں یہ ہے کہ ہم اپنے اللہ کو راضی کریں، جس کام سے وہ خوش ہوتا ہے وہ کام کریں یہی عبادت ہے، اور اللہ تو بہانے بہانے سے اپنے بندوں پر راضی ہوتا رہتا ہے۔ اس کا ثبوت کہیں سے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہم ذرا اپنے اندر جھانکیں تو یہ بات سامنے آجائے گی کہ آج ہم نے اپنے آپ کو گناہ اور معصیت کے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ جو قدم ہم نے اٹھایا ہوا ہے اسے رکھنے کی مہلت نہیں ملنی چاہیے اور جو قدم رکھا ہوا ہے اسے اٹھانے کی مہلت نہیں ملنی چاہیے۔ لیکن پھر بھی ہم کھاتے پیتے، جیتے جاگتے، چلتے پھرتے نظر آتے ہیں یہ محض اس کا کرم ہے، اور اس نے فرمایا ہے:

﴿ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ: ۳۰]

"وہ تمہاری بے شمار غلطیاں خود ہی معاف کرتا رہتا ہے۔"

اگر وہ معاف نہ کرے تو حلیہ ہی بگڑ جائے، نقشہ ہی تبدیل ہو جائے، وہ تو بہانے بناتا رہتا ہے راضی ہونے کے۔ اب میں ایک مثال آپ کے سامنے حدیث کی رو سے عرض کرتا ہوں کہ اللہ کس طرح سے راضی ہوتا رہتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِّنَ الْمَعْرُوْفِ » [ابو داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار، رقم: ۴۰۸۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقآء]

"کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو۔"

شیطان نے ہمارے ذہن میں بہت سی ایسی باتیں ڈال رکھی ہیں نیکی کا موقع آتا ہے تو وہ اسے کم تر کر کے دکھا رہا ہوتا ہے کہ اس نیکی سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ کتنا اجر مل جائے گا؟ اس کا تمھیں کتنا ثواب حاصل ہوگا؟ اس طرح اس سے محروم کر دیتا ہے۔ اگر گناہ کا موقع آتا ہے تو کہتا ہے کہ اس کی کیا سزا ہے؟ کر و یہ کام! یہ وہ حقیقتیں ہیں جن سے ہم گزر رہے ہیں لیکن ہمیں احساس نہیں الا ماشاء اللہ۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا۔ کیوں؟......اس لیے کہ نیکی کا اجر اللہ دیتا ہے اور اللہ اپنی شان کے مطابق اجر دیتا ہے۔ اس کی شان کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا:

﴿ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴾ [الرحمن: ۲۹]

"اس کی تو ہر روز ایک نئی شان ہوتی ہے ایک نئی آن ہوتی ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کوئی شخص کسی نیکی کے بدلے میں یا کسی احسان کے بدلے میں صرف اتنا کہہ دیتا جَزَاكَ اللّٰهُ تو وہ بہت خوش ہو جاتے کسی نے پوچھا کہ اس ایک جملے پر اتنے خوش ہو جاتے ہو؟! تو بتانے والے نے بتایا کہ تمھیں پتا نہیں چلا کہ اس نے میرا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے کہ اللہ تمہیں جزا دے تو اللہ تو اپنی شان کے مطابق ہی جزا دے گا۔ چناں چہ کوئی نیکی معمولی اور حقیر نہیں ہے کیوں کہ اس کا اجر اللہ نے دینا ہے۔ وہ شخص انتہائی بدنصیب ہے جو کسی نیکی کو حقیر سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے اس کی پروا نہیں کرتا۔ لیکن اس سے بھی بڑا بدنصیب وہ شخص ہے جو کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر اختیار کر لیتا ہے کہ اس کی کون سی سزا ہے! یاد رکھیے کہ نیکی کا اجر اللہ نے دینا ہے اور گناہ کی سزا بھی اللہ ہی نے دینی ہے اور اس کی سزا بڑی سخت ہے:

﴿ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [ال عمران: ۱۱]

﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴾ [البروج: ۱۲]

قرآن بھرا پڑا ہے اس طرح کی آیات سے۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تو خوش اور راضی ہونے کے بہانے بناتا رہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نیکی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

« وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ » [مسلم کتاب البر

والصلة باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء]

''اس نیکی کو بھی معمولی اور حقیر نہ سمجھ بیٹھنا کہ دو مسلمان بھائی آپس میں خوش ہو کر ملتے ہیں ایک اس طرف سے آ رہا ہے دوسرا ادھر سے آ رہا ہے، جوں ہی ایک دوسرے کو دیکھا دل میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی یہ سوچتے ہوئے کہ یہ اللہ کا بندہ آ رہا ہے وہ اس کے بارے میں یہی جذبات رکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ اسے ملوں گا تو اللہ راضی ہوگا، اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے بندے سے خوش ہو کر مل لیا جائے تو اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے قریب آ رہے ہیں، دونوں کے دل میں یہ جذبات موجزن ہیں کہ پہلے میں سلام کروں گا۔ ذرا ہم بھی اپنا جائزہ لیں کہ کبھی ایسا شوق پیدا ہوا کہ سلام پہلے میں کروں گا؟...... یہاں بھی ہمیں شیطان نے بہت بڑے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے ہم یہ سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ جو پہلے سلام کرتا ہے وہ تو ہیچ اور نیچ ہو جاتا ہے، کم تر سمجھا جاتا ہے۔ حالاں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

《 وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَؤُ بِالسَّلَامِ 》[بخاری کتاب الادب باب الهجرة رقم: ٦٠٧٧]

''دونوں میں سے جو پہلے سلام کرتا ہے اللہ کی نگاہ میں وہ بہتر ہے۔''

چناں چہ دونوں میں سے پہلے سلام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ایک ایسے مرض سے بچا لیتا ہے جس میں مبتلا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا، جنت میں جانا تو درکنار اسے جنت کی خوشبو بھی نہیں آئے گی جب کہ جنت کی خوشبو کتنی دور سے آنا شروع ہو جائے گی جتنا زمین سے یہ آسمان دور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس بیماری کا شکار جنت سے اس فاصلے سے بھی زیادہ دور رکھا جائے گا جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ وہ بیماری کیا ہے وہ 'تکبر' ہے۔ [شعب الایمان: ٦/٤٣٣، رقم: ٨٧٨٧] تو پہلے سلام کرنے سے اللہ تکبر سے بچا لیتا ہے اس بیماری سے محفوظ کر دیتا ہے۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ اللہ تو بہانے بنا تا رہتا ہے خوش ہونے کے، راضی ہونے کے لیکن یہ باتیں ہم نے نہ کبھی سوچیں نہ سمجھیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارا دین ''دین اسلام'' زندگی کے چند مخصوص گوشوں تک ہی محدود نہیں یہ تو ماں کی گود سے لے کر قبر کی لحد تک ساری زندگی پر محیط ہے۔ ایک لحہ بھی کسی مسلمان کا دین سے خالی نہیں ہے۔ یہ تقسیم ہم نے کر رکھی ہے کہ یہ دنیا ہے اور یہ دین ہے اللہ کے ہاں ایسی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ ہمارے جو فرائض ہیں مثلاً ایک آدمی جو بیوی کا خاوند ہے اور اپنی اولاد کا باپ، اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ جائز اور حلال طریقے سے روزی کما کر لائے، بال بچوں کو کھلائے۔ اب ایک طرف وہ اپنا یہ فرض ادا کر رہا ہے اگر وہ سچ مچ حلال روزی کما کر لا رہا ہے تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو پیسے اس نے خرچ کر دیے وہ ضائع چلے گئے وہ جو کچھ اپنے ماں باپ کو اپنی بیوی اور بچوں کو، اپنے دیگر متعلقین کو کھلا پلا رہا ہے ان پر خرچ کر رہا ہے یہ سارا شمار کیا جا رہا ہے، قیامت کے دن جب اس بندے کے اعمال کا وزن کیا جائے گا تو یہ سارا کچھ صدقہ بنا کر اس کے نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا۔ مسلمان کی دنیا کہاں ہے اس کا تو سب کچھ دین ہی ہے، اس کا تو ہر کام عبادت ہے اگر وہ صحیح طریقے سے کر رہا ہے۔ ابھی نیکی کا ذکر ہو رہا تھا کہ کسی نیکی کو حقیر اور معمولی نہ سمجھیں۔

## نیکی کیا ہے؟

میں موقعے کو غنیمت جانتے ہوئے نیکی کے بارے میں دو تین باتیں عرض کرتا ہوں کہ نیکی کیا ہے؟ کیسے بنتی ہے؟ کس عمل کو نیکی کہا جاتا ہے؟ اس کے لیے بنیادی طور پر دو شرطیں ہیں یہ یاد رکھیے کسی عمل کے نیکی بننے کے لیے بنیادی طور پر دو شرطیں ہیں:

① ...... پہلی شرط تو یہ ہے کہ جو کام ہم کرنا چاہ رہے ہوں اس کا حکم اللہ کی طرف سے آیا ہو کیوں کہ حکم دینے کا اختیار صرف اللہ کو ہے اس کے سوا کوئی حاکم نہیں بن سکتا اس کا اپنا فرمان ہے:

﴿ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ ﴾ [الانعام: ٦٢] حکومت بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلے گا۔ یہاں کی حکومتیں تو آزمائشیں ہیں، امتحان ہیں، ابتلا میں ڈالے گئے ہیں لوگ۔ اصل حکومت اسی کی ہے:

﴿ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ [الملك: ١]

حکم بھی اس کا چلے گا جس کی حکومت ہوگی۔ تو وہ کام جسے ہم نیکی سمجھ کر کرنا چاہ رہے ہوں دیکھنا یہ ہے کہ وہ اللہ کا حکم ہے یا کسی اور کا۔ کیوں کہ انبیاء نے بھی آ کے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں تمھیں یہ حکم دیتا ہوں بلکہ وہ یہی فرماتے رہے کہ اللہ نے یہ حکم بھیجا ہے، اللہ نے یہ فرمایا ہے:

②......نیکی بننے کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ اس کام کو کرنے کا طریقہ پیغمبر ﷺ سے سیکھا گیا ہو اگر یہ دونوں شرطیں موجود ہیں تو بلا جھجک کہا جائے گا کہ یہ نیکی کا کام ہے۔ حکم اللہ کا ہو طریقہ پیغمبر ﷺ کا ہو۔ اگر وہ حکم تو اللہ کا ہے لیکن طریقہ اپنا خود ساختہ ہے تو اسے نیکی نہیں کہا جا سکتا، بے شک اللہ کا حکم ہے لیکن اللہ نے اپنے حکم پر چلنے کے لیے، ماننے کے لیے ایک نمونہ بھی تو ساتھ بھیجا ہے: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾[الاحزاب:۲۱] قیامت کے دن یہی تو بات ہوگی ﴿ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾[البقرة:۱۴۳] پیغمبر تم پر گواہ بنا کر کھڑے کیے جائیں گے ﷺ۔ ہمیں تو احساس نہیں کہ وہ کتنا مشکل ٹائم ہوگا اور کس قدر بھیانک وقت ہوگا جب ہمارے اعمال پر گواہی لی جا رہی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا بہت احساس تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ "عبداللہ! مجھے قرآن سناؤ" وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! میں آپ کو قرآن سناؤں جب کہ قرآن اللہ نے آپ پر نازل فرمایا ہے آپ سے بہتر اس کی تلاوت کون کر سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں! میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی دوسرے سے سنوں۔" چناں چہ انھوں نے سورۃ النساء شروع کر دی پڑھتے رہے، پڑھتے رہے جب اس آیت کریمہ پر پہنچے ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾[النساء: ٦]

"کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر قوم پر گواہ کھڑا کریں گے اور اے پیغمبر محمد ﷺ ﴿ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ تمھیں اپنی امت پر گواہ بنا کر کھڑا کیا جائے گا۔" جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ پر پہنچتے ہیں تو رسول اللہ زار وقطار رو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ عبداللہ بس کر عبداللہ بس کرو۔"

کبھی ہمیں بھی یہ خیال آتا ہے کہ ہمارے اعمال پر محمد رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا کر کھڑا کیا جائے گا کہ ذرا دیکھئے! یہ آپ کا امتی ہے، یہ اس کے اعمال ہیں۔ آج تو ہمیں کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾[الکہف:۴۹] اس دن تو ہر عمل سامنے گا موجود ہوگا، زندگی بھر جو عبادت کی ہوگی اس کے سامنے ایک شکل نظر آ رہی ہوگی۔ جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں۔ لیکن حقیقت میں تو موت کے بعد ہی اس کی آنکھیں کھلتی ہیں، اسے اپنی وہ پونجی نظر آنے لگتی ہے جو ساری زندگی میں اس نے بنائی ہے۔ اعمال سامنے ہوں گے امتی ایک طرف کھڑا ہوگا پیغمبر ﷺ سے گواہی لی جا رہی ہوگی کہ ذرا دیکھئے کیا یہ اسی نمونے کے مطابق ہے جو آپ نے انھیں دیا تھا؟ جس نمونے کا حکم میں نے آپ کو دیکھا تھا جو آپ ان کو دے کر آئے اس کے مطابق ہی ہیں یہ اعمال؟ اگر خوش نصیبی سے اس نمونے کے مطابق نکل آئے تو ان کی بہت بھاری قیمت پڑ جائے گی۔ اللہ نے خود فرما رکھا ہے: ﴿ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾[الزمر:۷۴] "ان مزدوروں کو مزدوری بڑی عمدہ ملے گی، اللہ اکبر!

اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ﴾[البقرة: ۱۹۷]

﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾

"جو نیکی بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس کا علم ہے اللہ اس کو جانتا ہے۔" [البقرة: ۲۱۵]

اور حدیث شریف کے مطابق مومن کی نیکی کو اللہ پالتا ہے جس طرح ہم میں سے کوئی شخص گھوڑی کا بچہ خرید لائے اس شوق سے کہ میں اس کو پالوں گا یہ بڑا ہو کر ایک خوبصورت، طاقتور، مضبوط گھوڑا بنے گا پھر میں اس پر بیٹھ کر سواری کروں گا۔ اگر مسلمان اس کے ساتھ ساتھ نیت میں یہ بات بھی شامل کر لے کہ جب یہ بڑا ہوگا مضبوط اور خوبصورت، طاقتور گھوڑا بن جائے گا تو میں اس پر بیٹھ کر جہاد بھی کروں گا۔ تو پھر سونے پہ سہاگے والی بات ہے۔ اس دوران وہ گھوڑا جتنا پانی

پی رہا ہے جتنا چارہ کھا رہا ہے جتنا پیشاب کر رہا ہے جتنا گوبر کر رہا ہے یہ سارا قیامت کے دن نیکیاں بنا کے نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، حسن نیت کی وجہ سے۔ کیوں کہ دین اسلام میں سارا عمل دخل ہی نیکی کا ہے:

《اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ》

ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پانی سے زندہ رکھا ہوا ہے، یعنی اُس نے ہر چیز کا مدار پانی پر رکھا ہے ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ [الانبیاء: ۳۰] پتھروں کو بھی پانی کی ضرورت ہے، جنھیں ہم جمادات سمجھتے ہیں کہ بے جان ہیں نہیں انھیں بھی پانی کی ضرورت ہے کیوں کہ اللہ نے کل شیء کا لفظ فرمایا ہے۔ تو پانی کون نہیں پیتا؟ لیکن اگر وہی پانی سنت کے مطابق پی لیا جائے کہ جس برتن میں پانی پینا چاہ رہے ہیں اُسے داہنے ہاتھ میں پکڑ لیا جائے یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ میرے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے: 《كُلْ بِيَمِيْنِكَ》 ''دائیں ہاتھ سے کھایا کرو دائیں ہاتھ سے پیا کرو۔''

پھر یہ بات ذہن میں آ گئی کہ میرے پیغمبر ﷺ کی سنت ہے کہ بیٹھ کر کھایا پیا جائے۔ اس کے بعد یہ بات ذہن میں آ جائے اور خود بہ خود آتی ہے اللہ کے فضل وکرم سے کہ میرے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ وہ گلاس منہ کی طرف بڑھ رہا ہو اور ساتھ بسم اللہ پڑھ رہا ہو پھر یہ بات ذہن میں آ جائے کہ میرے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے کہ کم از کم تین سانس لے کر کوئی چیز پی جائے اور پینے کے بعد الحمد للہ کہہ کر اس نعمت کا شکریہ ادا کر دیا جائے۔ تو ذرا دیکھیں پانی وہی پیا ہے لیکن طریقے سے پیا ہے، اس بنا پر یہ پانی پینا بھی عبادت بن گیا ہے۔

لہٰذا کوئی کام مسلمان کی زندگی کا ایسا نہیں جسے طریقے سلیقے اور سنت کے مطابق کیا جائے تو وہ نیکی نہ بنے وہ عبادت نہ بنے، اللہ راضی ہو رہا ہے۔ کوئی نعمت کتنی بھی بڑی کیوں نہ ہو کتنی بھی قیمتی کیوں نہ ہو، اگر اس کو استعمال کر کے کھا کر پی کر پہن کر جیسے بھی ہو لفظ الحمد للہ کہہ دیا جائے تو اس کا شکریہ ادا ہو گیا۔ قیامت کے دن اللہ اس نعمت کا حساب بھی نہیں لے گا اور اس کا شکریہ بھی ادا ہو گیا کہ اللہ وعدہ ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ ''اگر تم شکر گزار بن جاؤ گے تو ہم اور دے دیں گے نعمتوں میں اضافہ کرتے چلے جائیں گے۔''

﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ [ابراھیم: ۷]

''البتہ اگر تم نے ناقدری کی ناشکری کی تو پھر میری سزا بھی بڑی سخت ہے۔''

میرے بزرگو، دوستو، بھائیو، میری بہنوں، بیٹیو! ہماری ساری زندگی عبادت بن سکتی ہے اگر ہم اللہ کو راضی کرنے اور پیغمبر ﷺ کے نمونے کو سامنے رکھنے کی کوشش اور خواہش دل میں رکھتے ہوں۔ ایک ایک لمحہ نیکی بنتا چلا جائے گا اور ہمارے یہاں بھیجے جانے کا مقصد بھی یہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

[ابراھیم: ۷]

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ یہ میرے بندے بن کر رہیں میرے فرماں بردار بنیں، وہ کام کریں جن سے میں راضی اور خوش ہوتا ہوں۔''

﴿مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ﴾ میں ان سے رزق کا مطالبہ نہیں کرتا کہ تم رزق لاؤ رزق پیدا کرو، وہ تو ہماری ذمہ داری ہے۔ رازق اللہ ہے یہ اسباب ہیں جو اس نے پیدا کیے ہیں، حقیقی معنوں میں تو رازق وہی ہے، اور رزق اس نے جو دینا تھا ہمارے پیدا کرنے سے پہلے ہمارے لیے لکھوا دیا ہوا ہے مقدر کر دیا ہے۔ ہم کچھ بھی کر لیں نہ اس میں کمی آ سکتی ہے نہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ جو اس نے لکھوا دیا ہے وہی ملتا ہے۔ اگر صرف یہی بات سمجھ میں آ جائے تو یہ مار دھاڑ دوڑ دھوپ حرام حلال کی تمیز کیے بغیر جو کچھ ہم کرتے پھرتے ہیں یہ سارا معاملہ ٹھیک ہو جائے۔

دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

**واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين**



# صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت

حافظ زبیر علی زئی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((و إذا قرأ الإمام فانصتوا)) ''اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔'' [مسند احمد ۴/ ۴۱۵ ح ۱۹۷۲۳ ، صحیح مسلم : ۴۰۴ ، ترقیم دارالسلام : ۹۰۵ ، صحیح ابی عوانه ۲/ ۱۳۳]

اس حدیث کو درج ذیل محدثین اور علماء نے صحیح قرار دیا ہے:

① ...... امام مسلم رحمہ اللہ: امام مسلم رحمہ اللہ کا اس حدیث کو اپنی کتاب صحیح مسلم میں درج کرنا اور جرح نہ کرنا، اُن کے نزدیک اِس کی تصحیح ہے۔ قال ابو اسحاق الخ والی زیادت کے بارے میں محمد بن خلیفہ الابی لکھتے ہیں: " وھي تدل علٰی تصحیح مسلم لتلك الزیادۃ ۔"

''اور یہ اس (بات) پر دلالت کرتی ہے کہ مسلم اس زیادت کو صحیح سمجھتے ہیں۔'' [اکمال اکمال المعلم ج۲ ص ۲۸۷]

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں:

" وقد ذکر ابن سفیان عن مسلم في روایة الجلودي بإثر ھذا الحدیث ما یدل علٰی تصحیح مسلم لھذہ الزیادۃ ..." [اکمال المعلم ۲/ ۳۰۰]

''اور (ابواسحاق ابراہیم بن محمد) بن سفیان نے (محمد بن عیسیٰ بن عمرویہ) الجلودی کی روایت میں (امام) مسلم سے اس حدیث کے بعد وہ (کلام) ذکر کیا جو مسلم کے نزدیک اس زیادت کی تصحیح پر دلالت کرتا ہے۔''

ابوالعباس (احمد بن عمر بن ابراہیم) القرطبی لکھتے ہیں:

" فھذا تصریح بصحتھا..." إلخ

''پس یہ (امام مسلم کے نزدیک) اس کے صحیح ہونے کی تصریح ہے۔'' [المفھم ۲/ ۳۹]

حافظ ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

" صححه أحمد و إسحاق و مسلم بن الحجاج وغیرھم ۔" [مجموع فتاویٰ ابن تیمیه ۲۲/ ۳۴۰]

''اسے احمد (بن حنبل)، اسحاق (بن راہویہ) اور مسلم بن الحجاج وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔''

ان کے علاوہ کئی علماء نے یہ فرمایا ہے کہ امام مسلم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ خبیب صاحب کے استاذِ محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ حافظ ابومسعود الدمشقی کا اعتراض: ''امام مسلم کا مقصد تیمی کی حدیث ذکر کرنے سے یہ ہے کہ حدیث میں جو اختلاف ہے اسے بیان کیا جائے اس لیے نہیں (کہ) وہ اسے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔'' نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''مگر من وجہ اس پر کلام ہے کیوں کہ امام مسلم کے نزدیک یہ زیادت صحیح ہے۔ لیکن چونکہ اس روایت کو امام بخاری، امام دارقطنی بلکہ امام احمد نے بھی معلول قرار دیا ہے، اس لیے ان کی بات امام مسلم سے مقدم ہے۔''

[توضیح الکلام طبع قدیم ج ۲ ص ۲۴۸، طبع جدید ص ۶۶۴ حاشیہ]

ان محدثین کرام اور علماء بلکہ اپنے ہی استاذِ محترم کے خلاف خبیب صاحب لکھتے ہیں:

''امام مسلم نے یہاں سلیمان تیمی کی حدیث کو جس انداز سے ذکر کیا ہے اور سلیمان کی دیگر ثقات کی مخالفت پر تنبیہ کی ہے ان دونوں باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم بھی اس زیادت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ محض انھوں نے سلیمان تیمی اور قتادہ کے بقیہ شاگردوں کے مابین اختلاف ذکر کر کے اس کی علت کی جانب اشارہ کیا ہے جس کے درج ذیل قرائن ہیں: یہ زیادت امام مسلم کے ہاں بھی شاذ ہے......'' [ہفت روزہ الاعتصام لاہور ج ۶۰ شمارہ: ۳۵ ص ۱۹] سبحان اللہ!

خبیب صاحب کو چاہئے کہ وہ ادارہ علوم اثریہ کی لائبریری میں اپنے واجب الاحترام استاذ صاحب سے گفتگو کر کے یہ مسئلہ طے کر لیں کہ استاذ صاحب کی بات صحیح ہے یا خبیب صاحب نے غلط سمجھا ہے؟

خبیب صاحب اپنے مضمون کے آخر میں اپنے خاص انداز میں اپنے ظن وگمان کو قوی یقین قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہمیں بھی قوی یقین ہے کہ اگر محترم حافظ زبیر حفظہ اللہ توضیح الکلام میں اس حدیث کے بارے میں مکمل بحث پڑھ لیتے یا طائرانہ نگاہوں سے اس بحث کی شہ سرخیوں کو دیکھ لیتے تو وہ عجلت میں بھی ایسی تغلیط کے مرتکب نہ ہوتے۔ اس لیے ان کا اس کلام پر اعتراض کرنا عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں استاذ اثری حفظہ اللہ نے جو فرمایا، ان کا فرمان مسلک محدثین کا آئینہ دار ہے۔''

[الاعتصام لاہور ج ۶۰ شمارہ: ۳۶ ص ۲۴، ستمبر ۲۰۰۸ء]

اپنے استاذ محترم کی کتاب توضیح الکلام کو تدبر سے پڑھنے کا کیا یہ مطلب ہے کہ آپ کے استاذ محترم جو بات علانیہ اپنی کتاب میں کہہ رہے ہیں، آپ اُٹھ کر اُس کی علانیہ مخالفت شروع کر دیں؟ سبحان اللہ!

خبیب صاحب نے ایک بھی ایسی صریح دلیل پیش نہیں کی جس میں یہ آیا ہو کہ امام مسلم نے بذاتِ خود اپنی اس بیان کردہ حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا اُن کا ''امام نووی کی توضیح بھی محل نظر ہے'' [الاعتصام ۶۰/۳۵، ص ۲۰] لکھ کر علامہ نووی پر ردِ محلِ نظر بلکہ نا قابلِ مسموع ہے۔ کیوں کہ اثری صاحب بھی اسی بات کے معترف ہیں جس کی وجہ سے امام نووی رحمہ اللہ پر اعتراض کیا گیا ہے۔

عجلت اور عدم تدبر تو یہ ہے کہ اثری صاحب کے کلام: ''امام مسلم نے اگرچہ [مسلم ص ۱۷۴ جلد ۱] اس کی تصحیح کی مگر امام بخاری...'' [توضیح الکلام ۲/۲۴۶ واللفظ لہ، طبع جدید ص ۶۶۳] پر غور وتدبر کیے بغیر یہ دعویٰ کر دیا گیا ہے کہ ''یہ زیادت امام مسلم کے ہاں بھی شاذ ہے۔''

خبیب صاحب نے صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کے مضعفین (ضعیف کہنے والوں) میں سب سے پہلے امام مسلم کا نام لکھا ہے۔

[الاعتصام لاہور ۶۰/۳۶ ص ۲۳]

**فإنا لله و إنا إليه راجعون .**

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں حافظ المنذری سے نقل فرماتے ہیں:

**"فقد صحح مسلم هذه الزيادة من حديث أبي موسى الأشعري ومن حديث أبي هريرة رضي الله عنه ـ"**

''پس (امام) مسلم رحمہ اللہ نے ابوموسیٰ الاشعری (رضی اللہ عنہ) اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (دونوں) کی حدیث سے اس زیادت کو صحیح قرار دیا ہے۔'' [عون المعبود ۱/۲۳۵ تحت ح ۶۰۴]

② ...... ابوعوانہ الاسفرائنی رحمہ اللہ: حافظ ابوعوانہ کا اسے المستخرج علیٰ صحیح مسلم (۲/۱۳۳) میں جرح کے بغیر روایت کرنا اُن کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے۔ جن محدثین نے اپنی کتابوں میں صحت کا التزام کیا ہے وہ اگر ان کتابوں میں جرح کے بغیر کوئی روایت بیان کریں تو یہ ان کی طرف سے اُس روایت کی تصحیح ہوتی ہے۔ مثلاً صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ایسی روایاتِ مرویہ کو علمائے کرام صححہ ابن خزیمہ (ابن خزیمہ نے صحیح کہا) اور صححہ ابن حبان (ابن حبان نے صحیح کہا) کہتے اور لکھتے ہیں جیسا کہ حدیث کے عام طالب علموں پر بھی یہ مخفی نہیں ہے۔ چناں چہ روایت کی تصحیح اُس کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے اِلا یہ کہ کوئی قرینۂ صارفہ اس کی تخصیص کر دے۔ مثلاً دیکھئے نصب

الرایہ [۱/۱۴۹] اور بیان الوہم والایہام [۵/۳۹۴]

③......ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ

[المستخرج علیٰ صحیح مسلم ج۲ ص ۲۸ ح ۸۹۸]

④......ابن جریر الطبری رحمہ اللہ [جامع البیان ۹/ ۱۱۲]

⑤......المنذری [عون المعبود ۱/۲۳۵، مختصر سنن ابی داود ۱/۳۱۳]

⑥......حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ [مجموع فتاویٰ ۲۲/ ۲۹۵]

⑦......حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ [التفسیر ۱/۳۶۹ بحوالہ خبیب صاحب]

⑧......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ [فتح الباری ۲/۲۴۲ تحت ح ۷۵۸]

⑨......معاصرین میں سے شیخ البانی رحمہ اللہ

[ارواء الغلیل ۲/ ۳۸ ح ۳۳۲]

⑩......حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ [التمہید ۱۱/ ۳۴]

⑪......معاصرین میں سے شیخ سلیم الہلالی السلفی رحمہ اللہ

[بحوالہ خبیب صاحب]

نمبر ④ سے لے کر نمبر ⑪ تک یہ وہ حوالے ہیں جو محترم خبیب صاحب نے تسلیم کئے ہیں۔ دیکھئے الاعتصام لاہور [۶۰/۳۶ ص ۲۴]

⑫......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ [العلل للخلال بحوالہ الجوہر النقی ۲/ ۱۵۵، التمہید ۱۱/۳۴، مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۲/۳۴۰]

اس کے مقابلے میں خبیب صاحب نے شرح علل الترمذی لابن رجب الحنبلی (۲/۷۹۰) سے نقل کیا ہے کہ ''احمد .... سے امام اثرم نے اضطراب ثابت کیا ہے۔'' [الاعتصام ۶۰/۳۶ ص ۲۳]

خاص اس حدیث کے بارے میں جو دعویٔ اضطراب نقل کیا ہے وہ محلِ نظر ہے۔

خبیب صاحب لکھتے ہیں: ''ممکن ہے کہ امام احمد نے پہلے اس کی تصحیح فرمائی ہو بعد میں اصل حقیقت منکشف ہونے پر اس سے رجوع کرتے ہوئے اس پر اضطراب کا حکم لگایا ہو۔'' واللہ اعلم [ایضاً ص ۲۳]

عرض ہے کہ اگر امام احمد سے حدیثِ مذکور پر اضطراب کا حکم ثابت ہو جائے تو ممکن ہے کہ انھوں نے پہلے اس پر اضطراب کا حکم لگایا ہو اور بعد میں تحقیق کرنے پر اسے صحیح قرار دیا ہو۔ کیا خیال ہے!؟

⑬......محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ [الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱/۱۲۱، نیز دیکھئے الاوسط لابن المنذر ۳/۱۰۶، ۱۰۷]

⑭......قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی

[احکام القرآن ۲/۸۲۸، تحت آیۃ: ۲۰۴ من سورۃ الاعراف]

⑮...... ابو اسحاق الاسفرائنی (متوفی ۴۱۸ھ) وہ تمام علمائے کرام جو صحیح مسلم کو صحیح سمجھتے ہیں اور اُن سے اس خاص حدیث پر کوئی جرح ثابت نہیں وہ بھی اس حدیث کے **مصححین** میں سے ہیں۔ ابو اسحاق الاسفرائنی نے صحیحین کی احادیث کو قطعی الصحت قرار دیا ہے۔ دیکھئے النکت علیٰ مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی (ص ۹۰)

⑯......ابن الصلاح الشہرزوری الشافعی رحمہ اللہ

[مقدمہ ابن الصلاح ص: ۳۲، دوسرا نسخہ ص: ۹۲]

⑰...... ابن القیسرانی رحمہ اللہ [صفۃ التصوف ورقہ ۸۷، ۸۸ بحوالہ احادیث الصحیحین بین الظن والیقین للشیخ حافظ ثناء اللہ الزاہدی، ص: ۲۰]

⑱...... امام محمد بن مسلم بن عثمان بن عبداللہ الرازی المعروف بابن وارہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۰ھ) امام مسلم نے جب امام محمد بن مسلم بن وارہ کے سامنے اپنی کتاب صحیح مسلم کی احادیث کو صحیح کہا اور اپنا عذر بیان کیا تو انھوں نے امام مسلم کا عذر قبول کر لیا۔ دیکھئے سوالات البرذعی لابی زرعہ الرازی (ص ۶۷۶، ۶۷۷)

امام ابن وارہ کا امام مسلم کا عذر قبول کرنا اور صحیح مسلم کی احادیث پر اعتراض نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے بھی صحیح مسلم کا صحیح ہونا قبول کر لیا تھا۔

تنبیہ: ائمہ و علماء کے ان اقوالِ مذکورہ میں تقدم و افضلیت کو مدنظر نہیں رکھا گیا بلکہ محترم خبیب صاحب کی تقسیم کی متابعت کی گئی ہے۔

⑲...... ابو الفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی: حافظ عراقی فرماتے ہیں:

'' واقطع بصحة لما أسندا۔ ''

یعنی جسے یہ دونوں (بخاری و مسلم) سند سے بیان کریں تو اسے

قطعی الصحت سمجھو۔ [الفیۃ العراقی مع تعلیقات الشیخ الصالح محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ ص ۲۰، شعر: ۴۰، فتح المغیث للسخاوی ۱/ ۵۰]

⑳...... جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (متوفی ۹۱۱ ھ): [الجامع الصغیر ۱/ ۵۷ ح ۷۹۳ وقال: صح، فیض القدیر للمناوی ۱/ ۵۳۳]

ان کے علاوہ اور بھی محدثین وعلمائے کرام ہیں جو صحیح مسلم کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس روایت پر اُن سے جرح ثابت نہیں ہے۔ وہ تمام محدثین اور علماء جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث:

《وإذا قرأ فانصتوا》 کو صحیح وثابت سمجھتے ہیں اور صحیح مسلم کی اس خاص حدیث پر جرح نہیں کرتے وہ بھی صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کے **مصححین** (صحیح کہنے والوں) میں شامل ہیں۔

㉑...... ابن حزم اندلسی: انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے المحلّٰی [۳/ ۲۴۰، مسئلہ: ۳۶۰]

㉒...... حسین بن مسعود البغوی: انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو احادیث حسان میں ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی۔ دیکھئے مصابیح السنۃ [۱/ ۳۳۳ ح ۶۰۹]

㉓...... خطیب بغدادی: جو محدثین کرام سنن النسائی (المجتبیٰ) کو صحیح سمجھتے تھے (اگرچہ اُن کا قول مرجوح ہے لیکن) اُن کے نزدیک بھی صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث صحیح ہے بشرطیکہ اُن سے خاص صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث پر جرح ثابت ہو جائے۔ کیوں کہ امام نسائی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کر کے اُس پر کوئی جرح نہیں کی۔

[دیکھئے المجتبیٰ /سنن النسائی ۲/ ۱۴۱، ۱۴۲ ح ۹۲۲]

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وقد أطلق عليه ـ أيضًا ـ اسم الصحة أبو علي النيسابوري و أبو أحمد بن عدي وأبو الحسن الدارقطني و ابن مندة وعبدالغني ابن سعيد وأبو يعلى الخليلي وغيرهم . وأطلق الحاكم اسم الصحة عليه وعلىٰ كتابي أبي داود والترمذي كما سبق ـ " [النكت علىٰ ابن الصلاح ۱/ ۴۸۱]

''اور اس (سنن النسائی) پر صحیح ہونے کا اطلاق ابو علی النیسابوری، ابو احمد ابن عدی، ابو الحسن الدارقطنی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید اور ابو یعلیٰ الخلیلی وغیرہم نے کیا ہے، اور حاکم نے اس (سنن النسائی) پر اور ابو داود و ترمذی کی کتابوں پر صحیح ہونے کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔''

تنبیہ نمبر۱: ان کبار علماء کا قول مرجوح ہے اور صحیح یہ ہے کہ سنن اربعہ میں صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ ضعیف روایات بھی موجود ہیں۔

تنبیہ نمبر۲: امام دارقطنی کا قول صحیح سند کے ساتھ تاریخ بغداد (۱۱/ ۳۹۷ ت ۶۲۷۶ ترجمہ علی بن الحسین بن حرب بن عیسیٰ) میں مذکور ہے۔

تنبیہ نمبر۳: قاضی ابو یعلیٰ الخلیلی کا قول الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (۲/ ۶۸۷ ترجمہ عبداللہ بن زاذان ابو محمد) میں مذکور ہے۔

تنبیہ نمبر۴: امام دارقطنی اور امام ابو علی النیسابوری سے چوں کہ حدیث مسلم پر کلام مذکور ہے۔ لہٰذا انھیں اس حدیث کے **مصححین** میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس روایت کی تخصیص کر دی جائے گی اور باقی احادیث پر اُن کا قول مذکورہ شرط کے ساتھ جاری رہے گا یا پھر اُن کی جرح اور تصحیح کو باہم متعارض ومتناقض قرار دے کر ساقط کر دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

㉔...... قاضی ابو یعلیٰ الخلیلی (متوفی ۴۴۶ ھ)

[دیکھئے **مصححین** کا حوالہ نمبر ۲۳]

㉕...... ابن عدی

㉖...... ابن مندہ

㉗...... عبدالغنی بن سعید (دیکھئے مصححین کا حوالہ نمبر ۲۳)

㉘...... حاکم نیشاپوری

㉙...... اسحاق (غالباً ان سے مراد امام اسحاق بن راہویہ ہیں۔) واللہ اعلم

حافظ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اس (صحیح مسلم والی) حدیث کو اسحاق نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ (۲۲/ ۳۴۰) اور

**مصححین کا حوالہ نمبرا**

۳۰...... ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی: حافظ عراقی نے محمد بن طاہر المقدسی سے نقل کیا ہے کہ وہ صحیحین کی احادیث کو قطعی الصحت سمجھتے تھے۔ [دیکھئے التقیید والایضاح، ص:۴۱]

ان کے علاوہ اور بھی حوالے تلاش کئے جا سکتے ہیں، دورِ حاضر میں شعیب ارناووط وغیرہ جیسے کئی مخرجین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ صحیح مسلم کی اس حدیث کو جمہور علماء و محدثین صحیح و ثابت سمجھتے ہیں۔

جمہور کی اس تحقیق کے خلاف مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے شاگرد جناب خبیب صاحب نے عجیب وغریب دعویٰ کر دیا ہے کہ ''اس لیے اس زیادت کے شذوذ اور ضعیف ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔'' [الاعتصام لاہور ۶۰/۳۵ ص۲۴] سبحان اللہ!

❀❀......❀............❀❀

# حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ

محمد اسحاق بھٹی

میانہ قد، متوازن جسم، سرخی مائل گندمی رنگ، کھلی پیشانی، کچھ چوڑا چہرہ، کھلا ہاتھ اور کھلا ہی دل۔ پوری داڑھی جو عمر کے ساتھ سفید ہوگئی تھی۔ ہنس مکھ اور خوش مزاج۔ تہجد گزار۔ کتاب وسنت کے مخلص ترین مبلغ۔ لوگوں کے ہم درد، صلحا کے خدمت گزار اور علماء کا احترام بجالانے والے۔ سادہ لباس۔ سر پر سفید یا چارخانہ رومال۔ سفید قمیص اور سفید تہبند۔ یہ ہیں ہمارے ممدوح وموصوف حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ۔ اب ان کے حالات ملاحظہ ہوں:

ضلع قصور کے ایک گاؤں کا نام ''میر محمد'' ہے، جس میں صدیوں سے راجپوت برادری کے لوگ آباد ہیں۔ حافظ محمد یحییٰ عزیز اسی گاؤں کے رہنے والے تھے اور اسی برادری سے ان کا تعلق تھا۔ حافظ صاحب کے دادا پہلے شخص تھے جن کی وجہ سے اس گاؤں اور اس خاندان کو مسلک اہل حدیث سے شناسائی ہوئی۔ وہ عالم دین تو نہ تھے البتہ اپنی شرافت و دیانت اور پارسائی کی وجہ سے تمام گاؤں میں انھیں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کے فرزند گرامی حافظ محمد تھے۔ وہ بھی معروف معنوں میں عالم دین نہ تھے، لیکن بہ درجہ غایت متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ اپنے گاؤں اور اردگرد کے دیہات میں انھیں تکریم کا مقام حاصل تھا۔ بہت سے لوگوں نے ان سے قرآنِ مجید پڑھا اور حفظ کیا اور لاتعداد لوگ ان کی تبلیغ دین، ان کے اخلاق اور ان کے طرزِ گفتگو سے متاثر ہو کر جادۂ حق پر قدم زن ہوئے۔

انھوں نے اپنے گاؤں میں ایک دینی مدرسہ جاری کیا تھا۔ اس مدرسے میں طویل عرصے تک مولانا عبدالحق فریضہ تدریس انجام دیتے رہے جو اصلاً ضلع فیروز پور کی تحصیل موگا کے ایک قصبے سنگھاں والا کے رہنے والے تھے اور انھوں نے اگست ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں اپنے بعض عزیزوں کے ساتھ سکھوں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔ وہ مسجد اقصیٰ اہل حدیث (گلشن راوی، لاہور) کے خطیب قاری محمد عزیر کے والد ماجد تھے۔ اس فقیر کو حضرت حافظ محمد صاحب کی زیارت اور ان کی مجلس میں بیٹھنے اور ان کے ارشادات سننے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ خوب صورت، خوب سیرت اور طویل قامت بزرگ تھے۔

اللھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه۔

حافظ محمد صاحب کی اولاد نرینہ دو بیٹے تھے۔ بڑے مولوی محمد یعقوب اور چھوٹے حافظ محمد یحییٰ۔ محمد یعقوب کچھ عرصہ دہلی میں حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے رہے، لیکن وہاں کا نصاب مکمل نہ کر سکے اور واپس گاؤں آ کر کاشت کاری میں مصروف ہوگئے۔ ان دونوں بھائیوں پر نیکی اور تقویٰ شعاری میں تو بلاشبہ الـولد سر لا بیه کی مثال صادق آتی تھی، لیکن قد وقامت میں باپ کے ہم پلہ نہیں تھے۔ مولوی محمد یعقوب نے ۱۱رجنوری ۲۰۰۳ء کو اپنے گاؤں میر محمد میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ان سطور میں حضرت حافظ محمد یحییٰ صاحب کے بارے میں چند باتیں عرض کرنا مقصود ہے۔

حافظ صاحب دسمبر ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو پہلے ناظرہ قرآنِ مجید پڑھا۔ پھر اپنے گاؤں کے مدرسے میں قرآن حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں اور حدیث کی کتابوں میں سے بلوغ المرام اور مشکوٰۃ شریف بھی وہیں پڑھیں۔ یہ کتابیں غالبًا مولانا عبدالحق (شہید)

سے پڑھی تھیں۔

اس کے بعد امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں چلے گئے۔ وہاں حضرت مولانا نیک محمد، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا عبداللہ بھوجیانی اور بعض دیگر اساتذہ سے مروّجہ نصاب کی تکمیل کی۔ تعلیم کا سلسلہ جاری تھا کہ ملک تقسیم ہوگیا اور حافظ صاحب اپنے گاؤں میر محمد چلے گئے جو پہلے سے اس خطے میں واقع تھا جو پاکستان کے حصے میں آیا پہلے ضلع لاہور میں شامل تھا۔ اب ضلع قصور میں شامل ہے۔

قیامِ پاکستان کے زمانے میں حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی فیروز پور میں اقامت گزیں تھے اور حافظ محمد یحییٰ کے والد مکرم اور ان کے خاندان کے دیگر بزرگوں سے ان کے قریبی مراسم تھے۔ مولانا ممدوح فیروز پور گوندلاں والا (ضلع گوجراں والا) چلے گئے تھے اور وہاں انھوں نے اپنے طور پر تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ حافظ محمد یحییٰ صاحب کو اس کا پتا چلا تو وہ ان کی خدمت میں گوندلاں والا پہنچے۔ چار مہینے وہاں رہے اور ان سے چند کتابیں پڑھیں۔

اس وقت حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ گوجراں والا کی ایک مسجد میں جسے ''ٹاہلی والی مسجد'' کہا جاتا ہے، طلبا کو حدیث شریف کی انتہائی کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ حافظ محمد یحییٰ صاحب نے بھی ادھر کا رخ کیا اور ان سے کسب فیض کرنے لگے۔ وہ دیگر حضرات کی طرح حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کے علم، عمل، کثرتِ ذکر الٰہی، قیام اللیل، حفظ واتقان، تلاوتِ قرآن اور اس طرح کے دوسرے محاسن سے بہت متاثر تھے۔ اسی طرح اپنے استاذ محترم حضرت مولانا نیک محمد رحمہ اللہ کے حلم، علمی گہرائی، سادگی، طریق تدریس اور طلبا کی تربیت کے انداز کا ان پر بے حد اثر تھا۔

تقسیم ملک کے بعد دارالعلوم تقویۃ الاسلام امرتسر سے مدرسہ غزنویہ لاہور منتقل ہوا تو حافظ محمد یحییٰ اس مدرسے میں آ گئے اور یہاں حدیث شریف اور دیگر علوم کی انتہائی کتابیں پڑھتے رہے۔ اس وقت اس دارالعلوم میں مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا شریف اللہ خاں، مولانا محمد موسیٰ خاں اور مولانا محمد عبدہ الفلاح خدمت تدریس انجام دیتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز تھے۔ ان سے حافظ صاحب کے خاندانی مراسم تھے۔ مولانا کا جنازہ بھی حافظ صاحب نے پڑھایا تھا۔ ان کی وفات پر وہ بے حد مغموم تھے۔

یہاں یہ بھی سنتے جایئے کہ ابتدائی عمر میں حافظ محمد یحییٰ صاحب نے سرکاری سکول میں داخلہ لیا تھا۔ میٹرک پاس کرنے کا ارادہ تھا، لیکن ساتویں جماعت میں تھے کہ سکول ماسٹر نے ان کو ''وہابی'' کہہ کر پکارا۔ معلوم نہیں اس نے کس لہجے میں یہ لفظ کہا، لیکن حافظ صاحب نے اس طرز تخاطب کو سخت برا مانا اور بستہ اٹھا کر گھر آ گئے۔ پھر جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا، دینی علوم کی تکمیل فرمائی۔

حافظ محمد یحییٰ دھیمے مزاج کے عالم دین تھے اور میٹھے انداز میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ کسی کو کافر کہنا، کسی کو منافق قرار دینا، کسی کو بے دینی کی حدوں میں داخل کر دینا، کسی پر شرک کا فتویٰ لگانا ان کا شیوہ نہیں تھا۔ بہت سالوں سے انھوں نے بھائی پھیرو کے قریب ایک گاؤں بنگا بلوچاں کو تبلیغ دین کا مرکز بنا رکھا تھا، جس میں یہ سلسلہ کامیابی سے جاری ہے اور اس کے اثرات پورے پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مرکز میں مبلغین کو تبلیغ کے صحیح طریقے سے آگاہ کیا جاتا ہے اور فتوے بازی اور لوگوں سے لڑائی جھگڑا کرنے اور ترش روئی سے پیش آنے سے منع کیا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیم کو مثبت انداز میں پیش کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، منفی رویہ اختیار کرنے سے روکا جاتا ہے۔

مبلغین کی جماعتیں دور دراز علاقوں تک جاتی اور لوگوں کو بتاتی ہیں کہ اسلام کن چیزوں پر عمل کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے روکتا ہے، یعنی لوگوں کی سمجھ کے مطابق انھیں اوامر ونواہی سے مطلع کیا جاتا ہے۔

پہاڑی علاقوں کا ہر سال دورہ کیا جاتا ہے، جن میں مری، باغ، ایبٹ آباد اور نتھیاگلی وغیرہ شامل ہیں۔ ان علاقوں کے لوگ اس جماعت کے مبلغین کی باتیں سنتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی آمد پر خوش ہوتے اور ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کے ہاں تشریف

لاتے اور انھیں اسلامی احکام سے باخبر کرتے رہیں گے۔

حافظ صاحب کا قائم کردہ یہ تبلیغی نظام صرف وعظ تک محدود نہیں۔ اس کے مبلغین وعظ کے ساتھ لوگوں کی عملی اور اخلاقی تربیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو، مستحق اور غریب لوگوں کی مالی مدد بھی کرتے ہیں۔ ان حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے اور بالکل صحیح نقطہ نظر ہے کہ تبلیغ اسی وقت موثر ہوگی، جب مبلغ خدمت دین کریں گے۔ جس غریب مسکین کے ساتھ آپ عملی طور سے ہم دردی کا اظہار نہیں کرتے، اسے صرف وعظ فرماتے ہیں، وہ یقیناً یہ سوچتا ہے کہ یہ کیسے مبلغ اور واعظ ہیں، جنھیں ہماری مالی اور معاشی پریشانیوں کا تو احساس نہیں، لیکن ہمیں مسلسل وعظ فرماتے جا رہے ہیں۔ جن مبلغین کے دلوں میں کسی کے لیے رحم کا جذبہ نہیں پایا جاتا، وہ دینی تبلیغ میں کہاں تک صادق ہو سکتے ہیں، جب کہ قرآن وحدیث میں ایک دوسرے سے رحم دلی کے ساتھ پیش آنے اور اپنی توفیق کے مطابق مستحقین سے مالی تعاون کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

حافظ صاحب تبلیغ کے سلسلے میں زیادہ تر سفر میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ برطانیہ کی جماعت اہل حدیث کی دعوت پر برطانیہ بھی گئے تھے اور وہاں کے مختلف شہروں میں چالیس دن کے لیے ان کا تبلیغی پروگرام مرتب کیا گیا تھا۔

تبلیغی سلسلے کی مصروفیات کی وجہ سے وہ تصنیفی خدمت کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے۔ البتہ ایک کتاب ''تبلیغ وتربیت دین کے پانچ اصول'' کے نام سے لکھی تھی، جو سراسر اصلاحی نوعیت کی ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کی حیثیت تبلیغ دین کے طریقے اور اسلوب کی نشان دہی کرنے کی ہے۔

یہ کتاب کئی دفعہ چھپ چکی ہے، لیکن مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار، فیصل آباد کی طرف سے بڑے خوب صورت انداز میں شائع کی گئی ہے۔ کتاب کے سرورق پر قرآنِ مجید کی یہ آیت مبارکہ درج ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [حٰمٓ السجده: ۳۳]

''اور اس شخص سے کس کی بات اچھی ہو سکتی ہے، جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اور خود نیک عمل کیے اور کہا میں بھی ایک مسلمان ہوں۔''

حافظ صاحب کی تبلیغی جدوجہد کے مختصر تذکرے اور اس کتاب کے ذکر کے بعد آیئے اب قرآنِ مجید سے متعلق ان کی خدمات کا تعارف کراتے ہیں جس کے وہ ہمیشہ مبلغ رہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾ کی وہ عملی تصویر اور چلتی پھرتی تفسیر تھے۔ انھوں نے ہر انداز میں اسے ہدفِ عمل ٹھہرایا اور پوری زندگی اس کی تبلیغ میں صرف کر دی۔

① ...... تجوید قرآن کے موضوع پر سب سے پہلے انھوں نے ''آسان قاعدہ'' لکھا جسے حلقہ قراء میں بے حد اہمیت حاصل ہوئی۔

② ...... اس کے بعد اسی موضوع پر آسان کتاب لکھی، اسے بھی قبولِ عام حاصل ہوا۔

③ ...... ان کی عظیم خدمت قرآن یہ ہے کہ متن قرآن سمیت پورا ترجمہ کیسٹوں کی صورت میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ ان کا اپنا ہے اور انھوں نے خود اپنی زبان میں ریکارڈ کرایا۔ یہ کیسٹیں مارکیٹ سے مل سکتی ہیں۔

اس سلسلے میں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی متن اور ترجمے سمیت پوری تفسیر کی گئی ہے۔ لیکن سورہ آلِ عمران سے لے کر آخر قرآن تک ترجمے کے ساتھ کہیں کہیں مختصر الفاظ میں تفسیر بیان کی گئی ہے۔

افسوس ہے ان سطور کا راقم یہ ترجمہ یا تفسیر نہیں سن سکا۔ لیکن اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کی بے حد تعریف کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن میں حافظ صاحب کے لہجے، ان کے ترجمے اور ان کے طریق ادا کے وہ بہت معترف ہیں۔ اس میں حافظ صاحب کا بے پناہ اخلاق بھی کارفرما ہے اور قرآن سے بہ درجہ غایت ان کی محبت کا بھی عمل دخل ہے۔ یہی وہ عناصر ہیں جو ان کی آواز میں سوز پیدا

کرتے اور ان کے طرز ادا کو نکھار بخشتے ہیں، جس سے سامعین اثر پذیر ہوتے ہیں۔

راقم کے خیال میں کیسٹوں کے علاوہ اس کی طباعت کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔ اگر ایسا ہو سکے تو اس کی افادیت کا دائرہ زیادہ وسیع ہوگا اور اس پر جو رقم خرچ ہوگی وہ اس کی قیمت سے واپس ہو جائے گی۔ حافظ صاحب اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ ان کے عقیدت منداگر اس مسئلے پر غور فرمائیں تو یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ اس باب میں کسی ناشر سے بھی بات ہو سکتی ہے۔ طباعت کی صورت میں ان شاء اللہ اس عظیم خدمت قرآن کو دوام بھی حاصل ہو جائے گا۔

تبلیغ کے سلسلے میں حافظ صاحب کا نقطہ نظر قرآنِ مجید کے اس ارشاد کے عین مطابق تھا۔

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾

[نحل:۱۲۵]

''یعنی اے نبی ﷺ! لوگوں کو دانش مندی اور بہترین اندازِ نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ۔''

نصیحت اور وعظ کا انداز جتنا میٹھا ہوگا، اتنا ہی لوگ اس سے متاثر ہوں گے۔ کڑوے کسیلے اسلوبِ گفتگو سے لوگ دور بھاگتے اور مبلغ سے نفرت کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ اس قسم کے لہجے میں اچھی سے اچھی بات کو بھی پسند نہیں کیا جاتا۔ حافظ محمد یحییٰ صاحب تبلیغ دین کے اس پہلو سے خوب آگاہ تھے، چناں چہ وہ قرآن کی روشنی میں لوگوں کے ذہن کے مطابق تبلیغ کرتے تھے اور اپنے مبلغین کو نرم اندازِ تخاطب اپنانے کی تلقین فرماتے تھے۔

جس طرح ان کی تبلیغ دین میں سادگی کا پہلو نمایاں تھا، اسی طرح ان کے عام طرزِ زیست میں بھی ہر آن سادگی کا عنصر غالب رہتا تھا۔ وہ برطانیہ گئے تو سادگی ان کے گھر سے ان کے ساتھ گئی اور وہاں کے مختلف شہروں کا تبلیغی دورہ کیا تو اس تمام سفر میں سادگی ان کے ہم رکاب رہی۔ ایک لمحے کے لیے بھی ان سے جدا نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سادگی ان کی معاشرتی زندگی کا حسن تھا، جس کی حفاظت انھوں نے اپنے آپ پر لازم قرار دے رکھی تھی۔ وہ زمیندار تھے، کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، لیکن سادگی سے انھیں بے حد پیار تھا۔

حافظ صاحب نے مرکز تبلیغ بونگا بلوچاں میں قرآنِ مجید کے حفظ اور دینی تعلیم کا بہت اچھا مدرسہ جاری کیا، جس میں اچھی خاصی تعداد میں بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کی تربیت اس انداز سے کی جاتی ہے کہ وہ حصولِ علم کے بعد اسلام کے کامیاب مبلغ اور بہترین مدرس ہو سکیں۔ ہم گنہگاروں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک مقصاد میں حافظ صاحب کے اخلاف کو کامیابی عطا فرمائے۔

حافظ صاحب طویل مدت سے بیمار تھے۔ درمیان میں کبھی افاقہ بھی ہو جاتا تھا۔ لیکن بیماری کی طوالت نے ان کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور ان کی صحت جو کسی زمانے میں بہت اچھی تھی، اب ان کا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ دوسال پیشتر میں اور مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی ان کی عیادت کے لیے گئے تو وہ بالکل بے ہوش پڑے تھے۔ کسی کسی وقت ان کا جسم حرکت کرتا تھا۔ مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی کے پوتے اور صاحب زادے حافظ عبدالرؤف بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم کچھ دیر بیٹھے، ان کے لیے دعاے صحت کی اور مایوسی کا بوجھ اٹھا کر واپس آ گئے۔ لیکن چند روز بعد طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی۔

اس سے کچھ عرصہ بعد قاری صہیب صاحب نے ایک جلسے میں تقریر کے لیے مجھے دعوت دی۔ میں حاضر ہوا۔ مجھے وعظ و تقریر سے دلچسپی نہیں، وہاں بہت بڑا مجمع تھا۔ میں نے تقریباً پون گھنٹا چند باتیں بیان کیں اور واپس آ گیا۔ اس وقت حافظ محمد یحییٰ صاحب وہاں نہیں تھے، معلوم ہوا کہ علاج کے لیے لاہور تشریف لے گئے ہیں۔

اب کچھ عرصے سے ان کے بارے میں تشویش ناک خبریں سننے میں آ رہی تھیں۔ میں عیادت کے لیے جانا چاہتا تھا، لیکن نہ جا سکا۔ یکم اکتوبر کو میری اہلیہ کی تعزیت کے لیے قصور سے گورنمنٹ کالج کے (ریٹائرڈ) پرنسپل لیاقت علی بھلر اور پروفیسر محمد سعید عابد تشریف لائے تو انھوں نے بتایا کہ چندر روز سے حافظ صاحب کی طبیعت بہت خراب

ہے۔ میں نے عرض کیا میں دو چار روز میں جاؤں گا۔ ۲؍ اکتوبر کی صبح کو محترمی حافظ احمد شاکر کے صاحب زادے عزیزی حماد شاکر کا ٹیلی فون آیا کہ حافظ محمد یحییٰ صاحب یکم اور ۲؍ اکتوبر ۲۰۰۸ء کی درمیانی رات لاہور عمر ہسپتال میں وفات پا گئے اور گیارہ بجے بنگا بلوچاں میں ان کے مرکز تبلیغ البدر میں نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور وہ نو بجے میرے پاس آئیں گے اور ہم یہاں سے جنازے کے لیے یہاں سے چل پڑیں گے۔

چناں چہ حافظ احمد شاکر، حماد شاکر، الاعتصام کے منیجر محمد سلیم چنیوٹی، جناب عبدالواجد بٹ (مالک پیپر گنپت روڈ) اور ان سطور کا راقم ساڑھے نو بجے لاہور سے روانہ ہوئے اور ساڑھے دس بجے وہاں پہنچے۔ قرب وجوار اور دور دراز سے بہت لوگ آئے تھے۔ گیارہ بجے مولانا عتیق اللہ سلفی (ناظم مرکز الدعوۃ السّلفیہ ستیانہ بنگلہ) نے نہایت عجز والحاح کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ خود بھی روئے اور لوگوں کو بھی رولایا۔

**اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وادخله جنت الفردوس .**

حافظ صاحب مرحوم سے میرا تعارف ۱۹۴۸ء کے اکتوبر میں ہوا۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم دفتر کی حیثیت سے لاہور آیا۔ اس کا دفتر دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ میں تھا اور حافظ صاحب وہاں طالب علم تھے اور درس نظامی کی انتہائی کتابیں پڑھتے تھے۔ اس وقت ان کے اساتذہ تھے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا شریف اللہ خان سواتی اور مولانا محمد موسیٰ خان رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ سب حضرات اپنی اپنی باری سے سفر آخرت پر روانہ ہو چکے ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ

یہ حافظ صاحب کی بھی جوانی کا زمانہ تھا اور میں بھی جوان تھا۔ اس عمر میں بھی وہ عابد وزاہد اور تہجد گزار تھے اور مجھے ان پر رشک آتا تھا۔

درِ جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

انہی دنوں ذہن میں آیا کہ کم از کم پنجاب کی حد تک (جسے اس زمانے میں مغربی پنجاب کہا جاتا تھا) اہل حدیث مدرس کے طلبا کی تنظیم قائم کرنی چاہیے۔ ابتدائی طور پر اس سلسلے میں ضلع لاہور، منٹگمری اور لائل پور کے مدارس کا دورہ کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ چناں چہ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی، ابوبکر صدیق سلفی، خلیل اثری اور ان سطور کا راقم اپنے اپنے خرچ پر مدرسہ اسلامیہ ڈھلیانہ، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ، مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا اور بعض دیگر مدارس میں گئے جس کے نتیجے میں جمعیت طلباے اہل حدیث کا قیام عمل میں آیا۔

مشہور ہے کہ انسان کا صحیح طور سے پتا یا سفر میں چلتا ہے یا جیل میں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعات میں بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص نے ان سے مختلف اوقات میں دو تین مرتبہ کسی شخص کی صالحیت کا تذکرہ کیا۔ آخری مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے ان کے ساتھ سفر کیا ہے؟ بولے نہیں۔ کیا ان کے پڑوس میں رہے ہیں؟ جواب دیا نہیں۔ کیا ان کے ساتھ رشتہ ناتہ کیا ہے؟ کہا نہیں۔ کیا ان کے ساتھ کوئی کاربار کیا ہے؟ جواب ملا نہیں۔ فرمایا: یہ باتیں انسان کی پہچان کا اصل ذریعہ ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی کام بھی آپ نے ان کے ساتھ نہیں کیا تو آپ کو کیا معلوم کہ وہ کس قسم کے ہیں۔

میں نے حافظ صاحب کے ساتھ چند روز سفر بھی کیا ہے اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں ہم اکٹھے بھی رہے ہیں یعنی ہمارا پڑوس رہا ہے۔ میں نے ان کو اپنی حد تک نہایت نفیس اور صالح شخص پایا ہے۔ ان کی ذہنی اور فکری نفاست اور صالحیت کی شہادت ان کے جنازے کے بہت بڑے اجتماع سے ملی۔ اس عابد وزاہد عالم دین کی وفات پر نہایت افسوس ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے صاحب زادوں سے افسوس میری واقفیت نہیں۔ مجھے یقین ہے قاری صہیب صاحب اور دیگر حضرات ان کے تبلیغی اور تدریسی مشن کو جاری رکھیں گے۔



# حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال

مولانا محمد یوسف انور، فیصل آباد

حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی بھی طویل علالت کے بعد ہمیں داغ مفارقت دے گئے اور اپنے خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ دعوت واصلاح کے سلسلے میں ان کی نصف صدی پر محیط مثالی خدمات قبول ومنظور فرما کر انھیں اپنی رحمت سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

حضرت حافظ صاحب میانے قد وقامت، کشادہ پیشانی، سرخ وسفید رنگت اور موٹی موٹی روشن آنکھوں کے ساتھ توانا جسم اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ رقت قلب کا اعلیٰ نمونہ اور انکسار وتواضع کا خوب صورت پیکر تھے کہ جن کی صحبت بابرکت میں چند لمحات گزارنے اور وعظ وتذکیر کی مجلس میں بیٹھنے کی ہمیشہ آرزو رہتی۔

بلاشبہ ان کے مواعظ حسنہ اور دعوت وارشاد سے ملک وبیرونِ ملک کے لاتعداد لوگوں نے اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کی اور کسب فیض کیا، ملک کے اطراف واکناف ہی نہیں، برطانیہ ودوسرے یورپین ممالک میں بھی ان کے مؤثر کلام وبیان کی حسین یادیں اور فیوض وبرکات بھری مجلسیں بھلائی نہیں جاسکیں گی۔ دورانِ تقریر جب وہ اپنے مخصوص اور رس بھرے اندازِ مترنم سے قرآنِ پاک کی آیات تلاوت فرماتے تو سامعین پر ایک سحر اور سکوت طاری ہوجاتا۔

انھوں نے اپنی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ ہمارے غریب خانے کی ایک نشست میں سنایا کہ چینیاں والی مسجد میں فجر کی نماز کی امامت حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز انھیں تاخیر ہوگئی اساتذہ نے مجھے مصلے پر کھڑا کردیا، مولانا غزنوی رحمہ اللہ بھی آکر پیچھے شامل ہوگئے، سلام پھیرنے پر مولانا غزنوی رحمہ اللہ اٹھے اور مجھے دیکھ کر فرمایا: ''حافظ محمد یحییٰ تم اتنا اچھا قرآن پڑھ لیتے ہو آج کے بعد فجر کی نماز کے امام تم ہوا کرو گے۔'' مولانا کے اس فرمان اور حوصلہ افزائی سے میرا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

حضرت حافظ صاحب نوعمری ہی میں نہایت متقی، بلند اَخلاق اور صفاتِ حمیدہ سے متصف تھے۔ سادگی وانکساری اور عجز وتواضع کے وہ مجسم تھے، سلف صالحین کی طرزِ بود وباش کے ساتھ ساتھ ان میں علمی وقار عمر بھر دیکھا گیا، وہ شب زندہ دار، عابد وزاہد اور صاحب تقویٰ عالم دین تھے۔

ایک عرصہ تک جب وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم تعلیمات رہے تو ان کا جامعہ سلفیہ میں اکثر آنا جانا رہتا، ہم دیکھتے کہ ان کے اثر انگیز اظہارِ خیال اور وعظ ونصیحت سے طلبہ پر گہرے اثرات مرتب ہوتے۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد میں خطاب کا پروگرام ہوتا جہاں شہر ومضافات اور قرب وجوار کے علاقوں سے کثیر تعداد میں سامعین شرکت کرتے اور آئندہ کے تبلیغی پروگرام کے منتظر رہتے۔

اِن تبلیغی وروحانی پروگراموں کے بعد میرے والد مرحوم حضرت حافظ صاحب کو گھر لے آتے اُن سے خیر وبرکات کی دعائیں کراتے، چھوٹے بچوں کو دم کراتے یہاں تک کہ بھینس کو بھی دم کراتے۔ والد صاحب کہا کرتے تھے کہ حافظ صاحب کے دم سے بھینس کے دودھ میں پہلے کی نسبت اضافہ ہوجاتا ہے۔

آج سے پچیس تیس برس پیچھے چلے جائیں تو علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی ایسی شخصیات حیات تھیں جنھیں ہمارے بزرگ اور مردم شناس عالم دین مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ گاہے گاہے اپنے ادارہ تعلیمات اسلامیہ میں مدعو کرتے۔ ذکر وفکر اور تزکیہ واصلاح کی کئی روز تک محفلیں آراستہ کرتے، مدعووین میں ایسی پاکباز ہستیاں تھیں جن کے روحانی کمالات اور تقویٰ وعفاف سے لوگ خوب استفادہ کرتے اور اپنے قلوب کو ان کے فیوض سے منور کرتے۔

اِن اصحابِ فضیلت میں مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز کو بھی ممتاز مقام حاصل تھا۔ دیگر حضرات میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی ذہن میں اس طرح آرہے ہیں:

- ......حضرت مولانا سید مولا بخش کوموی
- ......حضرت مولانا محی الدین لکھوی
- ......حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ جمال خانو آنہ
- ......حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد عبداللہ ویرووالوی
- ......حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی
- ......حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ آف جہانیاں
- ......حضرت مولانا محمد یحییٰ شرقپوری
- ......حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

المیہ تو یہ ہے کہ اس قافلہ صدق وصفا کی آخری نشانی بقیۃ السّلف حافظ محمد یحییٰ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اب ایسی روح پرور مجالس کہاں؟ مادی اور نفسانفسی کے اس دورِ انحطاط میں معیار بدل گئے، خلوص وعفاف اور شرافت ونجابت صرف نام کی حد تک ہیں۔ روحانیت اور قلبی صالحیت کی جگہ نمود ونمائش ہی دیکھنے میں آتی ہے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز کچھ مدت متحدہ جمعیت اہل حدیث کے امیر بھی رہے۔ مگر انھوں نے اپنی سرگرمیاں دعوت وتبلیغ دین میں صرف رکھیں، زیادہ تر ان کے شب وروز تبلیغی سفر میں گزرتے۔ ان کی ڈائری میں خال ہی کوئی دن ایسا نظر آتا جس میں تبلیغی پروگرام نہ ہو۔

بہت عرصہ تک انھیں ایسے پروگراموں میں جمعیت کے حلیم الطبع اور دردِدل رکھنے والے معروف اہل علم مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمۃ اللہ کی رفاقت بھی حاصل رہی۔ دونوں کے اعمال وکردار کی تاثیر اور تبلیغی جذبہ صادقہ سے ملک کا کونہ کونہ مستفید ہوا۔ بہت سے نوجوان میرے علم میں ہیں جنھوں نے ان کی اثر انگریز تقریروں اور اسلوبِ بیان کی چاشنی سے دین اسلام کو سمجھا اور پھر قرآن وحدیث کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالیں۔

گزشتہ چند برسوں سے حافظ صاحب مستقل طور پر اپنے قائم کردہ مرکز البدر بونگا بلوچاں (بھائی پھیرو) میں قیام پذیر ہوچکے تھے۔ ان کی توجہات اور محنت وخلوص سے بھرپور جدوجہد کے ثمرات ہیں کہ آج اس مرکز رشد وہدایت میں دعوت واشاعت دین کے کئی شعبے کام کررہے ہیں۔ ایک بڑے دارالعلوم میں اچھی خاصی طلبہ کی تعداد قرآن وسنت کی تعلیمات سے ہر سال فراغت پاتی ہے۔ زیرتعلیم طلبہ میں للّٰہیت اور اسلاف کے نمونے کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ تربیتی قسم کی مجلسیں بھی منعقد رہتی ہیں۔

ان اداروں کی تعمیر وترقیات کے سلسلہ میں حضرت حافظ صاحب کے فرزند حافظ محمد اسماعیل اور فضیلت مآب قاری صہیب احمد ماشاءاللہ ہمہ اوقات سرگرمِ عمل ہیں۔ اللھم زد فزد!

الغرض ان چند سطور میں حافظ صاحب کی مساعی حسنہ اور وعظ ونصیحت کے دائرہ کار کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ ضرورت یہ ہوگی کہ ان کی خدماتِ حسنہ پر ضخیم کتاب تحریر میں لائی جائے تاکہ نوخیز علماء اور داعیانِ دین تقاضائے وقت اور تبلیغ دین کے صحیح اصولوں کو سمجھ کر اصلاحِ معاشرہ کا کام کرسکیں۔



# تبصرۂ کتب

**تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے**

## تحریک ختم نبوت (حصہ ششم)

تالیف: ڈاکٹر بہاؤ الدین (برطانیا)
ضخامت: ۵۷۶ صفحات
قیمت: درج نہیں
خصوصیات: مضبوط جلد، کمپیوٹر کمپوزنگ، سفید واچھا کاغذ، طباعت اچھی
ناشر: مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

مرزائی اپنے عقائد ونظریات کے اعتبار سے غیر مسلم ہیں۔ ''مرزائیت'' کے بانی آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ کے فتنہ دجالیت کے خلاف مسلم امہ کے اکابر نے تحریری وتقریری طور پر نیز مناظروں، مباحثوں اور مباہلوں کے ذریعے جو جدوجہد فرمائی وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اسی بے مثال جدوجہد ...... جس میں جماعت وعلمائے اہل حدیث پیش پیش رہے ...... کا ہی نتیجہ ہے کہ آج امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر حتی کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے نزدیک وہ کافر ہیں۔ تاہم بیشتر مرزائی نعمت اسلام سے دوبارہ آشنا بھی ہوئے اور انھوں نے مسئلے کی حقیقت کو دلائل کی روشنی میں سمجھا۔ رسالت مآب ﷺ کی ختم نبوت کو اپنے دل سے تسلیم کیا اور دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

اب دیکھا یہ جاتا ہے کہ قادیانی حضرات ...... جو اپنی جماعت کو ''جماعت احمدیہ'' یا ''سلسلہ احمدیہ'' کا نام دیتے ہیں ...... مذہبی سے بڑھ کر سیاسی بنیادوں پر زیر زمین آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کی کوشش میں ہیں۔ بہ ظاہر یہ لوگ قومی سطح پر بالکل چپ چاپ مگر ملکی اور عالمی سیاسی حالات پر گہری نظر رکھتے ہوئے اپنی راہیں بنانے اور راہیں استوار کرنے میں رہتے ہیں، اور بس اپنی جماعت ہی کا سوچتے ہیں۔

ڈاکٹر بہاؤ الدین صاحب کی زیر تبصرہ کتاب ''تحریک ختم نبوت'' قادیانیت کے خلاف ہونے والی جدوجہد کے تقریباً بیس سالہ ......۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء ...... عہد پر مشتمل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات، اس سے دست بدست پنجہ آزمائی، اس کے ساتھ مباحثے، مناظرے، اس کے خلاف لکھی جانے والی کتب واشتہارات کی تفصیل، بلاتفریق مسلک وجماعت اُس دور میں موجود مشائخ عظام، علمائے کرام، رہبرانِ ملت کے کارنامے زینت کتاب ہیں۔

اہل حدیث علمائے کرام کا کارنامہ اس فتنے کی سرکوبی کے لیے سب سے زیادہ ہے۔ تاریخ ختم نبوت کے ترتیب پانے کے بعد مرزائی حضرات کے خلاف سب سے زیادہ جدوجہد اہل حدیث کی نظر آئے گی۔ اہل حدیث اکابر کی مرزا قادیانی کے ساتھ ڈائریکٹ بات چیت، اس کے خلاف بلکہ اس کے پیچھے پیچھے جا کر اس کے قدم ہمیشہ اکھاڑ کر رکھنے والے علمائے اہل حدیث ہی تھے۔ قادیان جہاں مرزا قادیانی کا آبائی گھر تھا وہاں جا کر فاتح مرزائیت، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اسے للکارا تھا مگر مرزا مذکور نے سامنا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

تاریخ سازی سے ہٹ کر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے علمائے اہل حدیث کی خدمات سرفہرست ہیں۔ مرزائے قادیاں کے کفر کا اوّلین فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی نے

حاصل کیا اور ہندوستان بھر کے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام سے اس پر دستخط حاصل کیے۔ وہ بھی اہل حدیث ہی کے سپوت تھے جو مرزا غلام احمد سے مناظرے کے لیے اس کے آبائی گاؤں 'قادیان' پہنچ گئے تھے اس سے ہماری مراد فاتح قادیان شیر پنجاب ابوالوفا حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ہیں۔

الغرض ڈاکٹر بہاؤ الدین کی طرف سے ''تحریک ختم نبوت'' کی یہ چھٹی جلد ہے جس میں انھوں نے بڑی کار آمد اور انتہائی مفید چیزیں جمع کر دی ہیں۔ مرزائیت کے خلاف لکھے گئے لٹریچر (نظم ونثر) کو انھوں نے اپنے انداز میں ایک خاص ترتیب سے پیش کیا ہے۔

بیس برس پر مشتمل واقعات وتحریرات سے مزین، پونے چھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی یہ جلد نئی نسل کو مرزائیت کے خدوخال سے روشناس کرانے اور اُس کا اصل چہرہ بے نقاب کرنے میں انتہائی قیمتی دستاویز ہے۔ اس سے اگلی دو جلدیں بھی عنقریب زیب قرطاس ہونے کو ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف جماعت اہل حدیث کی طرف سے بالخصوص اور امت مسلمہ کی طرف سے بالعموم شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے تحریک ختم نبوت کی تاریخ اور اصل روح سے عامۃ الناس کو روشناس کرایا اور عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلے میں مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کرنے کے لیے کارہائے نمایاں انجام دینے والوں سے آگاہی فراہم کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف، معاونین اور ناشر کی کوشش کو قبول فرمائے اور ان سطور کے بہانے تبصرہ نگار کو بھی آقائے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین۔



## آل پاکستان مقابلہ حفظ القرآن

جمعیۃ تحفیظ القرآن الکریم الخیریہ پاکستان کے زیر اہتمام ساتواں سالانہ آلِ پاکستان مقابلہ حفظ القرآن سابقہ روایات کے مطابق ۲۱، ۲۰، ۱۹ نومبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ، جمعرات، جمعۃ المبارک منعقد ہو رہا ہے۔

تمام مشارکین مؤرخہ ۱۸ر نومبر ۲۰۰۸ء بروز منگل کی شام تک مرکز المودۃ الخیری شاکر ٹاؤن ڈیرہ غازی خان پہنچ جائیں۔

۱۹ر نومبر بعد نماز فجر مقابلہ ہذا شروع ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

**الداعی الی الخیر**

مسابقہ کمیٹی جمعیۃ تحفیظ القرآن الکریم الخیریہ پاکستان

رابطہ: 0300-7515540 / 064-2466724

# فہرست کتب

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ ابو محمد بدیع الدین راشدی

ر۲۸ق قیام بعد الرکوع میں ہاتھ باندھنا،ص:۱۳۹، جمعیت اہل حدیث سندھ۔س،ن

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ رحمت اللہ ربانی

ر۴۵ف فرضیت فاتحہ،ص:۵۲، بیت الربانی غازی روڈ لاہور ۱۹۹۹ء

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ امام الدین رحمانی

ر۵۱۴ص صلاۃ الصبیان،ص:۴۸، محمد اکیڈمی ناشران اسلامی کتب منڈی بہاؤ الدین ۱۴۰۴ھ

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ مولانا نذیر احمد رحمانی (مجموعہ ۴ کتب)

ر۵۱۴ا ۱۔انوار مصابیح بجواب رکعات تراویح

۲۔الاجر الدائم للصائم والقائم، عنایت اللہ اثری

۳۔ارسال الصحیفہ الی من یرید ان ینظر فی سوانح الامام ابی حنیفہ رحمہ اللہ، عنایت اللہ

۴۔قرع الاذنین بشرح الاذانین، عنایت اللہ اثری

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ مفتی رحیم بخش

ر۵۵م ملوک الکلام فی ممانعت قراءۃ خلف الامام،ص:۳۶، مطبع قاسمی دار العلوم دیو بند ۱۳۳۶ھ

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ رحیم بخش

ر۵۵ت توضیح والتلویح فی ثبوت البدعۃ عشرین رکعۃ التراویح، ص:۶۴، مطبع کحل البصر کلکتہ

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ ابو المرتضیٰ عصمت اللہ رحمانی

ر۵۱۴ص صلوٰۃ المصطفیٰ ﷺ، ص: ۲۴۹، مولوی احسان الرحمٰن بھنجن یو پی ۱۳۹۴ھ

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ رضوان اللہ انصاری

ر۷۸ض ضیاء الصلوٰۃ،ص:۱۰۴، اہل حدیث یوتھ فورس فیصل آباد جون ۱۹۹۶ء

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ محمد رفیق سلفی راہوالی

ر۴۷ب البرہان فی قیام رمضان اعنی تراویح سنت صرف آٹھ ہیں بجواب تراویح صرف بیس ہیں،ص:۵۷، ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ گوجراں والا

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ مولانا شاہ رکن دین

ر۴۵ ۷ر رکن دین کتاب الصلوٰۃ،ص:۲۷۲، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔س،ن

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ محمد فاخر زائر

ز۲۱۹م نور السنہ وقرۃ العین در اثبات رفع الیدین،ص:۱۷، جمعیت اہل حدیث گوجراں والا

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ علامہ زبیر علی زئی

ز۳۵۴آ آٹھ رکعت تراویح سنت ہے،ص:۴۶، مکتبہ الدعوۃ السّلفیہ ٹمیاری حیدر آباد سندھ ۱۹۹۹ء

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ علامہ زبیر علی زئی

ز۳۵۴ج طریق الجنہ المعروف جنت کا راستہ،ص:۵۰، جماعت اہل حدیث حضرو اٹک

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ ابو طاہر محمد زبیر علی زئی

ز۳۵۴ن نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین،ص:۱۷۶، مکتبہ السنہ الدار السّلفیہ کراچی ۱۴۱۳ھ

۳۲۱۱ء۷ ۲۹۷ حافظ سراج الدین (مجموعہ ۳ کتب)

س۱۴۱ق ۱۔ رسالہ المسمی قیام اللیل،ص:۱۱۲، حاجی عبد الوہاب کراچی ۱۹۵۸ء

۲۔شریعت اور تصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۳۔اکابر علماء دیو بند کا مذہب، مولانا حسین احمد مدنی

۲۹۷ء۳۲۱۱ سراج الدین بن حافظ اعظم

س۱۴۱و وجوب الفاتحہ علی المقتدی، ص:۲۵۹، حاجی عبدالوہاب بندر روڈ کراچی ۱۳۷۵ء

۲۹۷ء۳۲۱۱ علامہ محمد سراج الدین احمد

س۴۰۹ت تحقیق دعا بعد نماز جنازہ اعتراضات وجوابات، ص:۶۹، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۹۷ء۳۲۱۱ حکیم محمد اشرف سندھو

س۹۰۲ر رکعات قیام رمضان من اقوال اصحاب النعمان، ص:۹۰ دارالاشاعت اشرفیہ سندھو بلو کی قصور

۲۹۷ء۳۲۱۱ محمد بشیر السہسوانی

س۹۴۳ب البرہان العجاب علی فرضیہ علی ام الکتاب، ص:۱۹۶، مطبع محمدی دہلی

۲۹۷ء۳۲۱۱ محمد خالد سیف

س۹۶ن نمازِ مصطفیٰ ﷺ، ص:۲۳۴، طارق اکیڈمی فیصل آباد ۱۹۹۹ء

۲۹۷ء۳۲۱۱ ابوالمنہال شاغف بہاری

ش۱۴۴ص صراطِ مستقیم اور اختلاف امت جواب وتنقید اختلاف امت اور صراطِ مستقیم محمد یوسف لدھیانوی، ص:۱۲۰، ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجراں والا۔س،ن

۲۹۷ء۳۲۱۱ پروفیسر طیب شاہین

ش۲۸۹ج جناب ابوالکلام خواجہ کی تصنیف حنفیوں کی نماز پر تبصرہ، ص:۸۰، نشر السنہ بوھڑ گیٹ ملتان

۲۹۷ء۳۲۱۱ سید شبیر احمد

ش۲۹ن نمازِ مترجم، ص:۲۴، رضیہ شریف ٹرسٹ شادمان کالونی لاہور اگست ۱۹۹۰ء

۲۹۷ء۳۲۱۱ سید شفیق الرحمٰن

ش۱۶ن نمازِ نبوی ﷺ، ص:۲۰۸، مکتبہ التوحید ملتان روڈ لاہور

فروری ۱۹۹۶ء

۲۹۷ء۳۲۱۱ ابو محمد شفیق احمد کمبوہ

ش۱۶آ آئینہ صلوٰۃ النبی ﷺ، ص:۱۴۷، محمدی کیسٹ ہاؤس اردو بازار لاہور ۲۰۰۲ء

۲۹۷ء۳۲۱۱ قاضی شمس الدین صاحب

ش۶۹ف فاتحہ خلف الامام پر تحقیقی مقالہ، ص:۹۰، جمعیت شبان اہل حدیث جہلم

۲۹۷ء۳۲۱۱ مولانا محمد صادق سیالکوٹی

ص۲۱ص صلوٰۃ الرسول ﷺ، ص:۴۸۰، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۳۲۱۱ مولانا محمد صادق سیالکوٹی

ص۲۱ص صلوٰۃ الرسول، ص:۵۴۳، الدار السّلفیہ بائیکلہ بمبئ ۱۹۸۸ء

۲۹۷ء۳۲۱۱ مولانا محمد صادق سیالکوٹی

ص۲۱ص صلوٰۃ الرسول، ص:۸۰۹، دار الاشاعت اشرفیہ سندھو بلو کی قصور ۱۴۱۳ھ

۲۹۷ء۳۲۱۱ مولانا محمد صادق سیالکوٹی

ص۲۱ص صلوٰۃ الرسول، ص:۵۶۶، دارالاشاعت سندھو بلو کی قصور ۱۹۸۹ء

۲۹۷ء۳۲۱۱ محمد صادق سیالکوٹی

ص۲۱ن نمازِ جناہ، ص:۶۴، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ س،ن

۲۹۷ء۳۲۱۱ ڈاکٹر محمد بشیر صارم

ص۲۲ج الجانبان فی تحقیق عدد رکعات قیام رمضان، ص:۸۷، مکتبہ مدرسہ عربیہ جامعہ محمدیہ اہل حدیث فقیر والی۔س،ن

۲۹۷ء۳۲۱۱ ڈاکٹر محمد بشیر صارم

ص۲۲د دلائل الجانبین فی تحقیق رفع الیدین، ص:۱۵۵، محمد بشیر

کلینک ہومیوہسپتال متصل فیض العلوم

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد صالح غزنوی

ص۱۳۱ص صلوٰۃ الرسول ﷺ،ص:۳۲۰، ادارہ تشہیر توحید الاسلام کورنگی کراچی۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد صدیق بن عبدالعزیز

ص۱۵۱ن نماز روزہ کے دائمی اوقات اور اہل حدیث کے امتیازی مسائل،ص:۳۶، ادارہ احیاء السنہ النبویہ سرگودھا

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد صالح بن مولوی مست علی

ص۱۳۱ن نماز حنفی مدلل،ص:۲۵۷، ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور ۱۹۱۷ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ ابوالسلام محمد صدیق

ص۱۵۱ر راہِ سنت،ص:۱۹۲، ادارہ احیاء السنہ النبویہ سرگودھا۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ علامہ نواب صدیق حسن خان

ص۵۳و وسیلہ النجاۃ باداء الصوم والصلوٰۃ والحج والزکاۃ،ص:۱۰۴، ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوہ والافتاء بنارس ہند ۱۹۸۱ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ ابوالسلام محمد صدیق

ص۱۵۱ن نمازِ مترجم،ص:۱۴۰، ادارہ احیاء السنہ النبویہ سرگودھا۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا محمد صدیق بن عبدالعزیز

ص۱۵۱ن نمازِ مترجم،ص:۳۲، ادارہ تبلیغ جمعیت اہل حدیث جام پور۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا ابومعاویہ صفر جالندھری

ص۱۷ت تحقیق مسئلہ رفع یدین،ص:۱۳۱، ابوحنیفہ اکیڈمی فقیروالی

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد امین صفدر اوکاڑوی

ص۱۷م مرد اور عورت کی نماز میں فرق،ص:۲۳، ابوحنیفہ اکیڈمی گوجراں والا ۱۹۹۰ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد محمود الصواف، مترجم: شیخ عاصم حداد

ص۹۱۵ت تعلیم الصلوٰۃ،ص:۱۵۹، مکتبہ ایوبیہ حدیث محل کراچی۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالغفار ضامرانی

ض۱۱۲ا القربۃ بالسرۃ فی المساجد والغرفۃ،ص:۳۰، مدرسہ تعلیم القرآن بلیدہ مکران بلوچستان

۳۲۱۱ء۲۹۷ سید طارق محمود نقوی

ط۲۱ک کتاب الصلوٰۃ،ص:۴۸، جمعیت شبان اہل حدیث چوک واہ کینٹ۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ الحاج ملک ظہور محمد

ط۱۹۷ن نماز مترجم،ص:۶۴، ملک انڈسٹریز کشمیر روڈ راولپنڈی۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ ابوعدنان محمد طیب

ط۱۹د دربار الٰہی کے آداب،ص:۱۸، جمعیت اہل حدیث لندن مسجد توحید۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ عصمت اللہ ظہیر

ظ۸۱ن نمازِ جنازہ،ص:۳۱، جمعیت شبان اہل حدیث قلعہ دیدار سنگھ۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالمتین میمن جوناگڑھی

ع۵۱۲ح حدیث نماز،ص:۱۵۲، دارالفرقان اردو بازار لاہور۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالقادر عارف حصاری (مجموعہ ۳ کتب)

ع۱۶ک کتاب الاذان،ص:۳۷۵، مکتبہ دارالحدیث راجووال ساہیوال ۱۹۷۷ء

۲۔ کتاب الامارہ یعنی مسئلہ امامت اور اس کی تحقیق حافظ سراج الدین

۳۔ کتاب احکام شعبان مولانا حافظ سراج الدین صاحب



# یادگارِ اسلاف حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیت

یادگارِ اسلاف، مبلغ قرآن وسنت دعوت واصلاح اور تزکیہ وتربیت کے مردِ میدان حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کی وفات حسرتِ آیات جماعتی اور ملکی حوالے سے بہت بڑا سانحہ ہے، اُن کی رحلت سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، ایسے مشنری جذبہ رکھنے والے اور انقلابی لوگ تو اب ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔ حضرت حافظ صاحب کی وفات پر دفتر الاعتصام میں بہت سے جماعتی احباب کی طرف سے تعزیتی مکتوبات اور ٹیلی فون موصول ہو رہے ہیں، ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① ......جناب ملک عبدالرشید عراقی (سوہدرہ) ② ......مولانا حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی (کوٹ رادھا کشن)

③ ......انجینئر میاں عبدالسلام صاحب (عبدالقادر جیلانی روڈ، لاہور)

④ ......مولانا محمد رمضان قاضی (خطیب مسجد اہل حدیث منڈی بہاؤالدین)

⑤ ......قاری محمد سعید اشرف صاحب (خطیب اہل حدیث، چنیوٹ)

⑥ ......علامہ پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری (کنگن پور) ⑦ ......مرزا صغیر احمد مغل (شاہین آباد، گوجرانوالا)

⑧ ......جناب محمد رمضان یوسف سلفی (نثار کالونی، فیصل آباد)

⑨ ......مولانا محمد صدیق حسن (جامعہ تبلیغ الاسلام بھومن شاہ اوکاڑہ) ⑩ ......محمد زبیر عابد (شیخوپورہ)

⑪ ......مولانا محمد ابراہیم خلیل منصور پوری۔ [محمد سلیم چنیوٹی]